

روادف ریلیز

Digitized by Khilafat Library

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اول بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء نمبر اول

فہرست مضامین

مسلمانوں کی غلطیاں ص ۱۹	اشتہار رسالہ ص ۱
عیسائی مذہب ص ۲۲	انغراض و مقاصد رسالہ ص ۳
کفارہ ص ۲۳	گناہ سے کیونکر نجات مل سکتی ہے - ق ۲۸
سچا علاج ص ۲۴	ٹینکی اور بدی کی کشش ص ۹
نجات کی اصلی حقیقت ص ۲۵	آخری جنگ ص ۱۱
مامور آسمانی ص ۲۹	آدم ثنائی ص ۱۲
وہاب کے طاعون ص ۳۱	منار اور مسیح موعود کی آمد ص ۱۳
تجارتی اشتہارات ص ۳۱	جہاد اور ابتدائی اسلامی لڑائیاں ص ۱۵

Digitized by Khilafat Library

مطبوع فیض عام لاہور میں چھپکر باہتمام انجمن اشاعت اسلام ۲۰ مارچ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوا

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک اونسے کاغذ پر قیمت سالانہ مع محصول ڈاک اعلیٰ کاغذ پر

پراسکٹس

یہ رسالہ انہیں اشاعت اسلام قادیان کے اہتمام سے نکلتا ہے اور پانچ سترہ سو سے ہر مہینہ کی بیس تاریخ کو دارالامان قادیان سے شائع ہوا کرے گا۔ مقاصد رسالہ ہذا ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ پہلا سوال جو اس رسالے میں پیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ گناہ سے انسان کو کیونکر نجات حاصل ہو سکتی ہے اور اس سے شروع ہو کر نہ صرف تمام مذاہب پر ریویو کرنا اور حق کو باطل سے امتیاز کر کے دکھانا اس کا کام ہو گا۔ بلکہ ان تمام مسئلوں کو جن پر مذہب کی بنیاد ہے یا جن کے لئے مذہب کا وجود چل کرنا اس کے مد نظر ہے۔ علاوہ اس کے اس رسالہ میں ہم تمام اعتراضات کا جواب دین گے جو مخالفین اسلام مذہب اسلام یا اس کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اس کی مقدس کتاب قرآن کریم پر کرتے ہیں اور اگر کوئی صاحب اس قسم کے اعتراضات رکھتے ہوں تو ان کو چاہئے کہ ایسے اعتراضات کو مدلل کر کے ایڈیٹر رسالہ ہذا کے پاس بھیجیں اور پھر ان کا جواب وقتاً فوقتاً رسالہ میں شائع ہوتا رہے گا۔

ہم اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مذاہب کی موجودہ صورت میں ایک عظیم الشان تبدیلی اور اصلاح پیدا کرنا اور گناہ سے نجات حاصل کرنے کا طریق بتانا اور عملی طور پر اس پر چلنے کی قوت پیدا کرنا یہ سب ایسے کام ہیں جو انسانی قوتوں کے ذریعہ سے امکان پذیر نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس وقت آسمان سے ایک ایسا سلسلہ قائم کر دیا ہے جس کی رہنمائی سے ہم اس عظیم الشان کام کو پورا کرنے کی امید کرتے ہیں یہ سلسلہ خدا تعالیٰ نے اپنے طاقتور ہاتھ کے ساتھ اپنی انہی اور لا تبدیل سنت کے مطابق قائم کیا ہے جس کے انتظار میں آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں وہ آگیا ہے خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی سیقت کا ذکر کیا تھا اور پاک نوشتوں میں خبر دی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں آثم فی مشرق سے مبعوث ہو گا

جیسا کہ پہلے آدم کو بھی مشرق کی طرف ہی جگہ دی گئی تھی۔ حضرت میرزا غلام احمد صاحب جن کو اللہ تعالیٰ
 مسیح موعود ہونے کیلئے چن لیا ہے ان تمام پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے ہیں جو مسلمان عیسائیوں
 اور یہودیوں کے مان جلی آتی تھیں کہ ان اور کس غرض کے لئے یہ آفتاب صداقت طلوع ہوا ہے ہم
 کسی اور جگہ بیان کر چکے اس جگہ آپ کا اسم مبارک ظاہر کر رہے ہیں ہماری صرف یہ غرض ہے کہ اس کے
 ہر ایک نمبر میں حضرت موصوف کی طرف سے لطیف اور قیمتی مذہبی مضامین درج ہوا کرتے ہیں آپ کے علاوہ
 دوسرے جلیل القدر علماء و فضلاء کے مضامین بھی اس رسالے میں درج ہوتے ہیں اور اگر کوئی صاحب
 رسالہ مذاکرے مقاصد کو مد نظر رکھ کر رسالے کے لئے مضامین لکھنا پسند فرمادین تو نہایت خوشی سے قبول
 کئے جاؤ گئے +

ہم اس امر کے بیان کرنے سے رک نہیں سکتے کہ ہم اس رسالے کو کسی مالی فائدہ کی غرض سے نہ لکھ رہے
 ہیں نہ کہ اس کے لئے اصل مقصد ہمارا حق کی خدمت ہے۔ مذہب کی گری ہوئی حالت ہی ہماری عظیم الشان
 ذمہ داری کے اٹھانے کے لئے محکم ہوئی ہے۔ ہم اس بات کو بھی اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ جو صاحب
 مذہبی قصہ کی وجہ سے اپنی رائے اور عقیدہ کو تمام غلطیوں سے مبرا اور دوسرے کے مذاہب کے ہر ایک
 غوبی سے خالی سمجھے بیٹھے ہیں ان کے مذاق ہمارے رسالے کو پسند نہ کر سکیں گے کیونکہ وہ دلائل کو کام لیتا
 نہیں چاہتے بلکہ جو عقیدہ ان کے دلوں میں جم گیا ہے اسی پر اصرار کے ساتھ قائم ہیں۔ یہ رسالہ ان
 لوگوں کے لئے ہے جو حق کے طالب ہوں اور جو دلائل کے مل جانے پر ہر ایک امر کو قبول کرنے کو تیار
 ہوں۔ ہمیں اس امر کی کچھ پروا نہیں کہ فلاں فرقہ یا فلاں اشخاص ہمارے اظہار خیالات کو پسند کریں
 یا نہیں۔ کیونکہ تاریخی طور پر یہی شہادت ملتی ہے کہ جس شخص نے سچائی کی طرف بلند آواز سے پکارا
 اسکے ساتھ تمام لوگوں نے بڑی طرح سے ہی سلوک کیا۔ کوئی مصلح اور کوئی نبی اس سے مستثنیٰ نہیں رہا
 انسانی فطرت ان ج بھی وہی ہو جو پہلے تھی۔ اس لئے ہم کسی اور سلوک کی امید نہیں کر سکتے مگر ہر ایک طالب
 حق پر لازم ہے کہ رائے لگانے سے پہلے ہمارے دلائل کا اچھی طرح سے موازنہ کر لے +

مقاصد رسالہ ہذا

اس رسالہ کے جاری کرنے سے ہماری غرض مشترک ہے کہ دنیا کو اخلاقی اور اعتقادی اور علمی اور عملی سچائی کی طرف کھینچا جائے۔ اور نیز یہ کہ وہ ایک خاص کشش سے ایسے طور سے کھینچے جائیں کہ ان امور کی بجا آوری میں ان کو ایک قوت حاصل ہو کیونکہ مسئلہ نہایت سچا اور قابل قدر کہ محض نیکوں کا علم ہوتا نیکوں پر قائم نہیں کر سکتا بلکہ ہر ایک زمانہ میں ایک ایسے وجود کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو قدرتی طور پر ایک کشش کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہو مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں اس قدر پادری موجود نہ تھے جواب موجود ہیں اور اس قدر فلاسفر پائے نہ جاتے تھے جواب پائے جاتے ہیں اور دین کی اشاعت کیلئے اس قدر مال موجود نہ تھا جواب موجود ہے مگر باوصف ان تمام اسباب کے جو عیسائیت کی طرف کھینچنے کیلئے جابجا نظر آ رہے ہیں پھر باعث حقیقی کشش کے نہ ہو نیکے حقیقی تقویٰ اور پاکیزگی کا وجود جو ٹھیک ٹھیک انہی کی منتہا کے موافق ہونا چاہیے مفقود ہے یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں داخل ہو ہی السو قابل نفرت نظارے دکھائی دیتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح دوبارہ زندہ ہو کر ان شہروں کا سیر فرماتے تو وہ بہت تعجب کرتے کہ اس بقییدی اور عیاشی اور نفس پرستی سے زندگی بسر کر نیوالے اور دنیا سے دل لگانے والے کیونکر اپنے تئیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس بلاشبہ وہ زمانہ جبکہ ایک پاک کشش کا وجود دیا گیا تھا میں موجود تھا یعنی یسوع مسیح وہ اور قسم کی تاثیرات ایسے اندر رکھتا تھا اور اب یہ زمانہ اور قسم کی طرز حال تھا اس قدر تفاوت اور فرق کا کیا سبب ہے اس قدر انقلاب کن وجوہ سے پیدا ہو گیا ہے اور اب اس حقیقی پرستگار سے اکثر لوگ الگ ہو کر بقییدی اور شراب خوری اور عیاشی اور مستانہ زندگی کو کیوں عادی ہو گئے ہیں اس کا کیا سبب ہے اور کیوں وہ لوگ دنیا کی فراہمی کیلئے حد سے زیادہ مصروف پائے جاتے ہیں جن کو انہی میں کل کافر کرنے سے مخالفت تھی اور کیوں ایسی قوم میں ہزارا کیسیاں پیدا ہو گئی ہیں جن کی کتاب میں یہ لکھا تھا کہ جو شخص ایک نامحرم عورت کو بد نظری سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں اس سے نکال کر چکا اور کس وجہ سے ایک یورپین عیسائی جو مثلاً انگلستان کا رہنے والا ہے زنا کے ارتکاب سے جو ایک بے شومہ عورت سے وقوع میں آوے کسی جرم کا مرتکب سمجھا جاتا لیکن اگر ایسی عورت شادی کو سے تو مجرم ہے کیا ایک پاک کشش شہادت دے سکتا ہے کہ حضرت مسیح کا یہی

منشاء تھا۔ اور کیا ابراہیم یعقوب موسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان خدا کے مجرم تھے۔ اور قابل سزا جنہوں نے تعداد ازواج
 حیرت کو موت تک بنایا۔ اور کیا جس حد تک یورپین شرافت نشی کی ترقی ہو رہی ہے حضرت مسیح کا یہی منشاء تھا۔
 کیا ان تعلیموں کا ٹھیک ٹھیک عمل ہو رہا ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی پھیر دے۔ پھر ان تمام باتوں
 کا کیا سبب ہے۔ کیا یہی نہیں کہ وہ وجود مبارک عیسائیوں میں موجود نہیں جو حاریوں کے عہد میں موجود تھا
 تو آسمان پر نہیں گیا بلکہ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے اس کی مقدس لاش سری نگر کشمیر محلہ خان یارین مدونہ گم
 یہ سچ ہے کہ وہ کشش جو اسکے وجود کے ساتھ نازل ہوئی تھی آسمان پر چلی گئی ہے۔ اور نیویں کی کتابوں میں ہے کہ
 ایک مرتبہ پھر وہ کشش ایک اور منظر لیکر زمین پر نازل ہوئی جس سے سمجھا جائیگا کہ دوبارہ مسیح آسمان پر نازل ہو گیا
 ان باتوں کے ذکر کرنا ایک درمقہ ہے اس لیے کہ تو ہمارے یہ مطلب ہے کہ اخلاقی اور اعتقادی اور عملی شکلیں تو
 دلوں میں قائم کر نیکی کے لئے صرف کتابیں کافی نہیں ہیں اور نہ ایسے لوگ کافی ہیں کہ بازار میں نیکی اور راستی
 کا وعظ کریں اور پھر جب گھر میں آدین تو چند گلاس شراب کے پیکر صبح کے دس بجے تک خبر نہ ہو کہ کمان پر یہ سب
 ہے کہ جو آسمان سے آتا ہے وہی آسمان کی طرف لیجا سکتا ہے اور جو خود دیکھتا ہے وہی دکھا سکتا ہے اور جو مختصر
 ایک پاک تبدیلی کے رنگ میں آتا ہے وہی تبدیلی کر سکتا ہے خدا کے وجود کا لازمی نہایت مخفی ہے اس لئے پوری
 بین اطلاق ہو سکتی ہے کہ جب انسان گندی زندگی سے نکل کر ایک پاک زندگی حاصل کرتا ہے اس صورت میں وہی
 سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ کیونکر گندی زندگی سے نکلے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان فوق العادت تبدیلیوں کے لئے
 ایک صاحب کشش کا وجود ضروری ہے یعنی وہ وجود جو نہایت پاک اور صاف ہونے کی وجہ سے استعار کے
 رنگ میں خدا کا منظر کھلاتا ہے جو نہ ہر لیے مادوں کو دور کرتا اور نکلے عوض میں ایک جان بخش ترایق عطا
 فرماتا ہے جو سفلی زندگی کی سفلی عادتوں کو دور کرتا اور خدا کے پاک اخلاق سے ظلی طور پر حصہ بخشش ہر شمس اور
 تر کے دائمی دورہ پر غور کرو اور پھر سمجھو کہ تازہ روشنی پانے کیلئے ہمیں ہر صبح تازہ طلوع کی ضرورت
 ہے کل کا آفتاب آج ہمارے کام نہیں آ سکتا۔ آج کے لئے آج کا آفتاب چاہئے مثلاً وہ بزرگ جو بلاطوس
 کے زمانہ میں بیویوں میں اٹھا تھا وہ بھی آفتاب تھا مگر صرف ان دنوں تک جبکہ اس کی کشش دلوں کو
 ہوتی تھی جبکہ وہ اپنے لوگوں میں ایک فوق العادت زندگی کا نمونہ دکھاتا تھا اب وہ آفتاب تو ہے۔
 مگر غروب شدہ اسی وجہ سے وہ روشنی جو اس کو دی گئی تھی اور وہ چمک جو میرے کے گلے کے می طرح اس میں نمودار
 ہوتی تھی اس کا اسکے نام لیوا لوگوں میں نام و نشان نہیں۔ اس چمک کا انسان خدا تو نہیں ہوتا۔ مگر خدا

اس سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ وہ الہی طاقتوں کا سرچشمہ ہوتا ہے اور خدا کی نادر اور مخفی قدرتیں جو عام طور پر ظاہر نہیں ہوتیں ایسے شخص کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہیں اور ایسے شخص خدا کے منظر اور آثار اور خلیفہ کہلاتے ہیں یعنی الہی طاقتوں کے دکھانے میں خدا کی گدئی پر بیٹھتے ہیں خدا ایک ہے اور وہ لا شریک مگر ایسے لوگ ہزاروں دنیائیں میں ہو گزرے ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ ایک منظر ہزار آئینہ میں ہزار دکھائی دیکھتا ہے مگر بچہ بھی وہ ہزار نہیں بلکہ ایک منہ ہے یہ دنیا ایک انکاسی تھا شاید اندر رکھتی ہے یا یوں سمجھو کہ خدا اور شیطان کا منہ دیکھنے کیلئے یہ ایک شیشی محل بعض شیشوں کے مقابل خدا کھڑا ہو گیا۔ پس بالضرورت خدا کا چہرہ ان میں دکھائی دیا۔ اور بعض شیشوں کے مقابل شیطان آچھڑا ہوا۔ ان میں شیطان کا چہرہ دکھائی دیا۔ مگر ان اظلال سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ یہ خدا ہیں خدا ایک ہے مگر یہ ہزار ہیں۔ ہزاروں خدا کے منظر ہیں اور ہزاروں شیطان کے منظر یہ ادب دور اور واقعہ کے مخالف ہے جو شیطان کے کامل مظاہر میں کثرت رکھی جائے اور خدا کا کامل منظر صرف ایک ہے خدا آدم کو پیدا کر کے اپنا منظر بنایا۔ اور بعد میں شیطان نے قابیل کو اپنا اطل کھدیا۔ اسوقت اظلال الرحمن اور اظلال الشیطان کا سلسلہ چلا آیا ہے۔ سو کسی ایک میں خدا کے منظر کو محصور رکھنا غلطی ہے۔ ہر ایک زمانہ تازہ منظر کا محتاج ہے جیسا کہ تازہ روشنی کا اور جب کسی قوم میں منظر الہی باقی نہیں رہتا تو وہ قوم دنیا کی طرف جھک جاتی ہے اور گناہ اور ناپاکی سے رک نہیں سکتی۔ شہادت کیلئے واقعات خارجہ سے بڑھکر کوئی چیز نہیں۔ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ جس زمانہ میں حضرت مسیح اپنے شاگردوں میں موجود تھے۔ اس وقت کسی دن رات ان لوگوں کی خدا کی طرف رہبودگی تھی اور جب حضرت مسیح بنائے نہ رہے اور نہ انکے شاگرد رہے تب دن بدن انقلاب پیدا ہوتا گیا یہی اسلام کا حال رہا ہے ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت زبردست کشش نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ صرف بت پرستی اور مخلوق پرستی چھوڑ کر خدا پرست بنایا تھا بلکہ درحقیقت انکے اندر سے دنیا کی طلب کو مسلوب کر دیا تھا اور وہ خدا کو دیکھنے لگے تھے۔ وہ نہایت سرگرمی سے خدائی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک انہیں سے برابر سمجھتا انہوں نے کامل اخلاص سے خدا کا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور بتوں کی عزت مٹانے کے لئے وہ کام کر چکے تھے جیسے تطہیر اسکے کہی پیدا نہیں ہوئی۔ انکے اخلاص کی برکت سے نتوہات ملکی میں وہ کام کئے جو اعلیٰ درجہ کی توفیق تھی اس زمانہ میں ہو نہیں سکتے جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ جب وہ خدمت پر لگائے گئے تب عرب کی

کفر اور بت پرستی کی کیا حالت تھی اور جب وہ خدمت کو ادا کر چکے تو کسی تبدیلی ظہور میں آئی تو ہمیں
 اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ان میں سچائی اور سرگرمی کی فی الواقع روح پھونکی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی پاک سرگرمی نے فوق العادہ اثر ان میں ڈالا تھا وہ ہر ایک فسق و فجور سے ایسے مجتنب تھے کہ گویا
 خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ اور انکی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے پر جریض تھے۔ پھر جن لوگوں ان بت پرستوں
 کو دیکھا اور یہ وہ جنہوں نے ان دیکھنے والوں کو دیکھا وہ بھی نسبتاً آئندہ نسلوں کے عام آدمیوں سے
 ایسے ممتاز تھے کہ اگر وہ انکار مانہ پاتے تو انکو مسلمان نہ سمجھتے۔ اسکا کیا سبب تھا۔ وہی سبب تھا۔ یعنی
 کشش کرنے والے وجود کا موجود ہونا یا اسکا زمانہ قریب ہونا۔ پھر بعد اسکے وہ اس تقویٰ پر قائم نہ رہے
 جیسے قرون ثلاثہ کے لوگ قائم تھے۔ اگرچہ چار باتوں میں مسلمان اب تک عیسائیوں کی نسبت عمدہ حالت میں
 ہیں (۱) یعنی وہ حقیقی خدا پر ایمان رکھتے ہیں کسی مخلوق کو خدا نہیں بتایا۔ (۲) شراب خوری جو فحاشی
 کی سخت دشمن اور نام الحجاب است ہو۔ اس میں عیسائیوں کی طرح ترقی نہیں کی۔ بلکہ بہت کم اور ایسی کم گویا نہیں
 (۳) ایسا ہی قمار بازی میں بھی انہیں نسبتاً نہایت کمی پائی جاتی ہے (۴) ایسا ہی نسبتی طور پر خدا نے
 ان کے مردوں اور عورتوں کو بدکاری سے بہت محفوظ رکھا ہے اسکا یہ سبب ہے کہ ایسے وجودوں کا سلسلہ
 کبھی بھی ان میں سے مفقود نہیں ہے جو نیکی کیلئے کھینچتے ہیں۔ ان صاحب کشش کے مفقود ہونے کے زمانہ میں
 انکی حالت پر ہر نگاری بھی کمی پر آجاتی ہے۔ ان تمام واقعات ثابت ہے کہ دنیا کی اصلاح کے لئے بہت
 ضروری ہے کہ جب ایسا زمانہ گزر جائے جس میں صاحب کشش موجود ہو یا اسکی پاک تاثیروں کا زمانہ بھی گزر جائے
 تو قدیم سے ہی سنت اللہ ہو کہ ایک اور صاحب کشش پیدا ہونا چاہئے جو تاثیروں کو بچھڑا کر کے تمام
 پیروی کرنے والی روحوں کی گارڈیوں کے لئے انجن کی طرح ہو جائے جو عرض یہ وہ اصل والا اصول ہو
 ہے جو تمام مرکز ہدایت اسی پر گھومتا ہے اور نبیوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ پاک تبدیلی کے لئے ایسے
 صاحب کشش کا ہونا ضروری ہے جو متفرق لوگوں کو ایک سوسائٹی کے رنگ میں لاتا ہے۔ اور دو مضبوط
 رشتے ان میں قائم کرتا ہے (۱) ایک خدا سے کہ وہ اس سے ایسا کامل تعلق کر لیتے ہیں کہ اسی کے ہوجانے میں
 (۲) اور ایک رشتہ باہمی جو انکو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ سوال کہ وجود حاذب میں
 جو صاحب کشش ہو کیا چیز ہوتی ہے جس سے وہ لوگوں کو اپنی ذاتی خاصیت کے سچائی کی طرف کھینچتا ہے
 اسکا جواب خدا کی کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وجود جو انسانوں کو سچائی کی طرف کھینچتا ہے وہ دو قسم کے

کمال اپنے اندر رکھتا ہے (۱) ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی جناب میں اپنی کامل محبت کے ساتھ وہ ایسا منحوس شدہ ہوتا ہے کہ بیاخت تہذیب طبعی کے الہی انوار اس کو اپنے اندر لے لیتے ہیں اور جیسا کہ مثلاً ایک لوہے کا ٹکڑہ بھڑکتی ہوئی آگ کے متاثر ہو کر آگ کی صورت پر آ جاتا ہے۔ ایسا ہی ظلی طور پر اس سے بھی اچھے خواص صادر ہونے لگتے ہیں۔ ابتداء یہ ہوتا ہے کہ اس کی روح سفلی زندگی سے نیراہ ہو کر طبعاً چلتی ہے کہ تاریکی کے کمرے سے باہر آوے۔ تب اس کی طبیعت کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ تاریکی کے تعلقات کو توڑ دے اور ہر ایک روک جو اس میں اور اس کے خدا میں ہوا اس کو دور کرتا ہو اور ہر ایک قسم کی ارضی کثافت سے اپنی روح کو الگ کر دیتا ہے اور بیوقوفی اور خود نمائی اور خود پرستی اور غیر اللہ کا خوف اور غیر اللہ کی امید اور خدا کی راہ میں اپنی نفسانی اغراض کو مد نظر رکھنا جو کثافت کی جڑ تھم ہو لینے نفس سے دور کر دیتا ہے۔ تب اس کا نفس ایک پانی کے قطرہ کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہوا چلا جاتا اور آخر اس بحر وحدت سے پورا قرب حاصل کر کے الہی اخلاق سے پورا حصہ لے لیتا ہے اور انجام کار اس موافقت تمام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس طرح خدا بنی نوع انسان سے طبعاً محبت کرتا اور ان کی بھلائی چاہتا ہے۔ یہ بھی اسی طرح طبعاً بنی نوع سے محبت کرتا اور ان کے دین اور دنیا کے متعلق بھلائی چاہتا ہو اور انسانوں کی ہمدردی کے لئے ایک سادہ دل اس کو دیا جاتا ہے جس میں کوئی پیچ اور بل جھیل نہیں ہوتا۔ اور اس کے کلام میں کسی ہارجیت کا خیال مقصود نہیں ہوتا اور محض رہنمائی اور ہمدردی کا جوش ہوتا ہے۔ سچی ربوبیت اور سچی رحمت اور سچی عدالت اس کو عطا کی جاتی ہے اور جس طرح آئینہ میں ایک تصویر منعکس ہو جاتی ہے اسی طرح الہی اخلاق کی تصویر اس کے اندر منقش ہو جاتی ہے۔ اور ان مغفوک واقعی طور پر وہ خدا کا خلیفہ بن جاتا ہے تب وہ خدا جو کسی استعداد کو ضائع کرنا نہیں چاہتا اس کا مل انسان میں افادہ اور ہمدردی مخلوق کی صفات پاکر زمین کے لوگوں کی طرف اپنے حکم سے اس کو روانہ کرتا ہے تاکہ انکو آغوش تربیت میں لیکر سفلی زندگی سے نجات بخشے اسی کی طرف قرآن شریف کی آیت اشارہ کر رہی ہے **وَلِي فَتْلِي وَكَانَ قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ**۔ یعنی وہ انسان کامل جس پر قرآن نازل ہوا وہ خدا سے اس قدر نزدیک ہوا کہ آخر الہی اخلاق سے معمور ہو کر دنیا کی طرف ان کی اصلاح کے لئے اس کو لوٹنا پڑا اور چونکہ دوش اس کی فطرت میں کامل طور پر موجود تھے ایک خدا کی محبت کا جوش اور دوسرا مخلوق کی ہمدردی کا جوش اس لئے اس کا نفسی نقطہ دو قوسوں کے اندر واقع ہو گیا اور جیسا کہ ایک خط



دو ترقوسوں کے اندر ہوتا ہے ایسا ہی اس نے بھی قوس ربوبیت اور قوس مخلوقیت کے عین وسط میں جگہ لی اس طرحی غرض یہ وہ فلاسفی ہے جو مسئلہ خلافت کی حقیقت کو کھولتی ہے۔ خدا نے جس قدر نبیوں کو دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ پہلے ان کو اس امتحان میں پاس یافتہ قرار دیکر پھر روانہ فرمایا

ہے یہ کہنا غلطی ہے کہ وہ لوگ آپ ہی ظلمت اور تاریکی میں گرفتار تھے اور اس لائق نہ تھے کہ دوسروں کو درست کر سکتے کیا انسانی گونٹیں ایسا کر سکتی ہیں کہ ایک نالایق اور بدچلن کو جس کا کچھ نیک اثر نہ پڑ سکے۔ بلکہ الٹا اثر پڑے عنان حکومت بطور نیابت اسکے سپرد کر دیں۔ پھر خدا کا انتخاب کیوں قابل اعتراض ہو گا اصل بات یہ ہے کہ دنیا ان لوگوں کو جو آسمان سے آتے ہیں ہمیں پہچانتی کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہوتے اس لئے اندھوں کے آگے نکتہ چینوں کے نشانہ بنتے ہیں چونکہ نور اور ظلمت کی ابتداء سے دشمنی ہو اسلئے ظلمت نہیں چاہتی کہ نور آوے اور زمین کے گوشوں کو مشور کرے۔ ظلمت کے فرزند نور سے بغض رکھتے ہیں اسلئے نور ایک بڑی روحانی لڑائی کے بعد آخر فتح پاتا اور ظلمت کا دخل قبض اٹھا دیتا ہے۔ اور یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ یہ انتظام مائیموں کے بھیجے گا آگے نہیں بلکہ بھیجے رہ گیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ سچ ہو کہ خدا اب بھی چاہتا ہو کہ لوگ بدی کو چھوڑیں اور سہریک پہلو سے راستبازی سے کام لیں۔ تو اب بھی ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جو اپنے اندر نیکی کی طرف کھینچنے کی کشش رکھتا ہو جس میں الہی صفات موجود ہوں جس کی زندگی دوسروں سے ایک کھلا کھلا فرق رکھتی ہو جس کی تعلیم میں کشش ہو جس میں فوق العادت نشان ہوں۔ سو ہم سب سے اول اس رسالہ میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا صلح اس وقت کون ہے اور پھر عرصے اس رسالہ کے اغراض میں سے دوسری غرض یہ ہے کہ وہ صلح کن دلائل اور نشانوں کے ساتھ ہو تب تک نہیں منجانب اللہ ظاہر کرتا ہے۔ پھر تیسری غرض یہ ہے کہ اسکی اخلاقی تعلیم کیا ہے۔ چوتھی غرض یہ ہے کہ وہ کن اعتقادات کو سکھاتا ہے اور کن سے منع کرتا ہے۔ پانچویں غرض یہ ہے کہ وہ کن علوم اور معارف کو لایا اور اسکے معارف کس الہی کتاب کے موافق ہیں اور اس سے نکلے ہیں چھٹی غرض یہ ہے کہ خدا ایک پیغمبر کے لئے عمل اور سلوک کا وہ کیلہ سکھاتا ہے یہی سب ضروریہ اصل اغراض اس رسالہ کے ہونگے سو اسلئے یہ رسالہ ایک ایسے اعتراض کا جواب دیکھا جو اسلام پر یا قرآن شریف پر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا امام الوقت پر کیا جاتا ہے اور سب سے متفرق خیال مالکی زمین بھی لکھتا ہے کہ گادوان تمام اچے اور نادرست باتوں کا مقابلہ کر لیا جو حقوق عباد یا حقوق خدا

کوتلف کرتین اور سچائی کا خون کرتی ہیں اور کوئی نیا اور جوان نہیں جیسا پیش آئیں گے اسکا لکھنا بھی اس سال کا فرض ہے

گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے

Digitized by Khilafat Library

اس رسالہ میں ہمارا یہ ارادہ ہے کہ دنیا کو دکھائیں کہ جس قدر ہمارا یہ زمانہ اپنی جسمانی حالت کے رو سے ترقی کر گیا ہے اسی قدر اپنی روحانی حالت کے رو سے تنزل میں ہو گیا ہے کہ روح میں یہ برداشت ہی نہیں رہی کہ وہ پاک سچائیوں کو چھوڑ سکے۔ بلکہ انسانوں پر ایک غور کی نظر ڈالنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ فحشی طور پر ایک بھاری کشش ان کو نیچے کی طرف کھینچ رہی ہے، اور وہ دہم دم ایک گڑھے کی طرف حرکت کر رہے ہیں جس کو دوسرے نفلوں میں اسفل السافلین کہہ سکتے ہیں اور استعدادوں پر ایک ایسا انقلاب آ گیا ہے کہ وہ ایسی چیزوں کی خوبصورتی کی نہایت تعریف کر رہے ہیں جو روحانیت کی نظر سے سخت مکروہ اور بد شکل ہیں۔ ہر ایک کا نشن محسوس کر رہا ہے کہ ایک کشش اس کو نیچے کی طرف لی جا رہی ہے اور زمین کششوں کے برابر کن اشرودن سے ایک عالم تباہ ہو گیا ہے۔ پاک سچائیوں کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھا جاتا ہے اور سچ مع رو بخدا ہو جانے کو ایک حماقت سمجھا جاتا ہے۔ تمام نفوس جو زمین پر ہیں یکتہ دنیا پر سرنگون نظر آتے ہیں۔ گویا ایک پنہانی قوت جاذبہ سے معذور اور مجبور ہو رہے ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ دنیا کا تمام کروڑا کششوں پر ہی چلتا ہے جس پہلو میں یقین کی قوت زیادہ ہو وہ اس دوسرے پہلو کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور چونکہ یہ فلاسفی نہایت ہی صحیح ہے کہ ایک کشش کو صرف وہ کشش روک سکتی ہے جو اس کی نسبت بہت زبردست اور طاقتور ہو اس کو یہ دنیا جو اس سفلی کشش سے متاثر ہو کر نیچے کی طرف کھینچی جا رہی ہے اس کا اوپر کی طرف رخ کرنا بالکل جائزے ناممکن ہے۔ جب تک کہ ایک ایسی مخالف اور زبردست کشش آسمان سے پیدا ہو جو مخالف پہلو کے یقین کو ٹٹا دے یعنی جیسا کہ ایک یقینی نظر سے نفسانی بد عملیوں میں فوائد و لذات محسوس ہو رہے ہیں ان سے بڑھ کر روحانی حکموں میں فوائد دکھائی دیں اور یقین کی نظر سے بدی کا ارتکاب کرنے کے برابر مشہود ہو جو دل کو پکڑے اور یہ یقین کی روشنی صرف آسمان سے اُس آفتاب کے ذریعہ سے آتی ہے جو امام الوقت ہوتا ہے اس لئے اس امام کا شناخت نہ کرنا جو اہمیت کی موت مرنا ہے جو شخص کہتا ہے کہ میں اس آفتاب سے

روشنی حاصل کرنا نہیں چاہتا وہ کتنا مستمر قانون کو توڑنا چاہتا ہے کیا ممکن ہے کہ آفتاب کے بغیر آنکھیں دیکھ سکیں گو کہ آنکھوں میں بھی ایک نور ہے مگر آفتاب کا محتاج۔ آفتاب حقیقی نور ہے جو آسمان سے آتا اور زمین کو روشن کرتا ہے اور آنکھیں بغیر اس کے اندھی ہیں اور جس شخص کو اس آسمانی نور کے ذریعہ سے یقین پیدا ہوگا اس کو نیکی کی طرف ایک کشش پیدا ہوگی اور اس آسمانی کشت اور زمینی کشش میں لڑائی ہونا ایک طبعی امر ہے کیونکہ اس صورت میں ایک کشش نیکی کی طرف کھینچے گی اور ایک بدی کی طرف۔ اور ایک مشرق کی طرف دھکا دیگی اور ایک مغرب کی طرف اور دونوں کا باہم ٹکڑنا اس وقت سخت خطرناک ہوگا جبکہ دونوں میں انتہائی درجہ کششیں موجود ہوں گی جن کا دنیا کی انتہائی ترقیات پر موجود ہونا ایک لازمی امر ہے پس جب تم دیکھو کہ زمین نے انتہائی درجہ پر ترقی کر لی ہو تو سمجھ لو کہ یہی دن آسمانی ترقی کے بھی ہیں اور یقین کر لو کہ آسمان پر بھی ایک روحانی تیاری ہے اور وہاں بھی ایک کشش پیدا ہوگی ہے جو زمینی کشش سے لڑنا چاہتی ہے پس ایسے دن سخت خفناک ہیں جبکہ زمین غفلت اور برائی میں انتہائی درجہ پر ترقی کر چکے کیونکہ روحانی لڑائی کیلئے وہی وعدہ کے دن ہیں جنکو نبیوں نے طرح طرح کے استعارات میں بیان کیا ہے اور بعض نے اس مثال میں اسکو پیش کیا ہے کہ یہ آسمانی فرشتوں اور زمینی شیطانوں کی ایک آخری لڑائی ہے جس پر اس دنیا کا خاتمہ ہوگا۔ اور بعض نے اپنی جہالت اور نادانی سے اس لڑائی کو ایک سماں لڑائی سمجھ لیا ہے جو تلوار اور بندوق سے ہوتی ہیں مگر وہ لوگ غلطی پر ہیں اور اپنی سفلی عقل اور حماقت سے روحانی جنگ کو جسمانی جنگ کی طرف کھینچ کر لے گئے ہیں غرض ان دنوں زمین کی تاریکی اور آسمان کے نور کا ایک انتہائی جنگ ہے۔ آدم سے بیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام خدا کے مقدس نبی اس جنگ کی طرف اشارات کرتے آئے ہیں اور اس جنگ کے سپہ سالاروں کے دو مختلف نام رکھے گئے ہیں ایک سچائیوں کو چھپا نیوالا اور دوسرا سچائیوں کو ظاہر کرنے والا یا دوسرے لفظوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آسمان سے نورانی فرشتوں کے ساتھ اترنے والا اور میکائیل کا منظر اور ایک زمین سے تمام شیطانی تاریکیوں کو لیکر ظاہر ہونے والا۔ اور ابلیس کا منظر خوب جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ زہنی لشکر خوب تیار ہے۔ اور وہ خوب مسلح ہو کر کھڑے ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں بلکہ بہت کچھ کر بھی چکے ہیں تو طبعاً یہ نیک خواہش پیدا ہوتی ہے اور فراست صحیحہ گواہی دیتی ہے کہ آسمانی گورنمنٹ بھی ان تیاریوں سے غافل نہیں ہے

اس گورنمنٹ کی کچھ ایسی عادت ہے کہ وہ ظاہری شور و غوغا کو پسند نہیں کرتی۔ اور وہ بہت کچھ
 کارروائیاں اندر ہی اندر کر لیتی ہے اور لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ تب آسمان پر ایک نشان
 ظاہر ہوتا ہے اور زمین پر ایک منار روشن اور نہایت سپید اور وہ آسمانی روشنی منار پر گرتی ہے
 اور پھر وہ منار تمام دنیا کو روشن کرتا ہے۔ یہ مختصر فقرہ تشریح کا محتاج ہے اور تشریح یہ کہ خدا تعالیٰ
 کارروائی سلسلہ اگرچہ جسمانی سلسلے کے بالکل مطابق ہے لیکن بعض امور میں اس میں وہ خواہ مخویہ
 پائے جاتے ہیں کہ جو جسمانی سلسلہ میں کھلے کھلے طور سے نظر آتے ہیں جتنے چنانچہ نبی اکرام کی یہ بھی خاصہ ہے کہ
 جب مغلی کشش اپنا کام کرنا شروع کرتی ہے تو گو وہ کشش آسمانی کشش سے بالکل مخالف ہے۔ تاہم آسمانی
 کشش اس کشش کے طبعی تقاضا سے پیدا ہوتی شروع ہو جاتی ہے پس یہ امر معقول ہے کہ ان کششوں کو
 انتہائی درجہ کے زور و قوت کے وقت جو دنیا کا آخری زمانہ ہے ان دونوں میں لطائف ہونا چاہئے
 ہیں۔ کیونکہ اقبال کا تقاضا ہے کہ فرقی مخالف کو فنا کرے پس جس موقعہ اور محل میں فریقین برابر رہے
 اقبال و شوکت رکھیں گے۔ ایسے دو فریق بغیر لطائف کے نہیں رہ سکتے کیونکہ ہر ایک خدا کے نبیوں
 کی کتابوں میں پیشگوئی کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ ایسا ہی عقل بھی اس کو ضروری سمجھتی ہے
 کیونکہ جب دو مخالف اور پرزور کششوں میں باہم ٹکرائے تو ضروری ہے کہ ایک دوسرے فنا کر دیں
 یا دونوں فنا ہو جائیں اور اس لطائف کے بارہ میں نبیوں کی کتابوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے
 کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام سے پورا ہزار برس گزر جائیں میں نبیوں کی پیشگوئی کے مطابق شیطان قید
 کیا گیا تھا تو مغلی کشش نے زمین پر اپنا رنگ جانا شروع کیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ اسلام اپنی پال صولوں
 کے لحاظ سے تنزل کی حالت کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس کی روحانی ترقیان رک گئی تھیں اور اسکی
 ظاہری فتوحات کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا اور وہ شیطان کے قید ہونے کے دنوں میں پیدا ہوا۔ اور
 ضرور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جیسا کہ تمام نبیوں نے یوحنا فقیہ تک گواہی دی ہے۔ اور شیطان کے
 چھوٹنے پر یسوع مسیح عیسوی کے بعد اسکا تنزل شروع ہو گیا اور وہ آگے بڑھنے سے رک گیا تب سے
 شیطانی کارروائیاں رنگارنگ کے پیراؤں میں شروع ہوئیں اور زمین پر یہ یودا بڑھتا گیا۔ اور
 اس کی شاخیں کچھ تو مشرق کی طرف پھیل گئیں اور کچھ مغرب کی انتہائی آبادیوں تک جان گئیں اور کچھ جنوب
 کی طرف اور کچھ شمال کی طرف متوجہ ہوئیں۔ جیسا کہ شیطان کے قید رکھنے کا زمانہ ہزار برس تھا جسپر

واقعات خارجیہ نے گواہی دی ہے۔ ایسا ہی بیون کی پیشین گوئیوں کے رو سے شیطان کے چھوٹنے
 کا زمانہ بھی ہزار برس ہی تھا جو ہجرت کی چودھویں صدی کے سر پہ پورا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ہزار برس
 عداۃ حساب کے رو سے ہے یعنی چاند کے حساب سے اور خدا کی طرف سے یہودیوں اور مسلمانوں کو پیشگوئیوں
 کے وقتوں کی شناخت کرنے کے لئے یہی حساب رکھا گیا ہے اور سورج کے دنوں کے رو سے حساب کرنا انسان
 کی بدست سے جو پاک نوشتوں کے منشاء کے مخالف ہے غرض اس حساب کے رو سے شیطان کی مہلت کے
 آخری دن یہی ہیں جن میں ہم ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ گزر بھی چکے کیونکہ ہجری صدی جس کے سر پہ ہزار برس
 شیطان کے چھوٹنے کا پورا ہو گیا۔ اس کو انیس برس گزر چکے اور شیطان نہیں چاہتا کہ اس سے آزادی اور
 حکومت چھین لی جاوے ناچار دونوں کشتوں کی لڑائی ہوگی جو ابتداء سے مقدر تھی اور ممکن نہیں ہو کہ خدا
 کا کلام غلط ہو اور ان دنوں پر ایک دوسری شہادت یہ بھی ہے کہ دنیا کی ابتداء سے یعنی آدم کے ظہور سے
 آج تک چھٹا ہزار بھی گزر گیا جس میں آدم ثانی پیدا ہونا چاہئے تھا کیونکہ چھٹا دن آدم کی پیدائش
 کا دن ہے اور خدا کی پاک کتابوں کے رو سے ایک ہزار برس ایسا ہے جیسا کہ ایک دن سورہ احزاب
 و عدوں کے رو سے مانا پڑتا ہے کہ وہ آدم پیدا ہو گیا۔ گو وہ ابھی کامل طور پر شناخت نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی
 یہ بھی مانا پڑتا ہے کہ اس آدم کا مقام جو خدا کے ہاتھ سے تجویز کیا گیا وہ شرقی ہے نہ غربی۔ کیونکہ
 توریت باب ۲- آیت ۸ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدم کو ایک باغ میں شرقی طرف جگہ دی گئی تھی پس
 ضرور ہے کہ یہ آدم بھی مشرقی ملک میں ہی ظاہر ہوتا۔ اول اور آخر کی مماثلت مکانی قائم رہے۔ اور
 اس اعتراف سے جیسا کہ مسلمانوں کو چارم نہیں ویسا ہی عیسائیوں کو بھی کوئی گریز کی جگہ نہیں
 بشرطیکہ دہریت کی رگ مانع نہ ہو۔ پس اصل حقیقت کے سمجھنے کے لئے کچھ مشکلات باقی نہیں رہیں اور
 یہ مسئلہ نہایت صاف ہے کہ یہ زمانہ نور اور ظلمت کی لڑائی کا زمانہ ہے اور ظلمت نے انتہا تک اپنا کام
 کر لیا ہے اور یہ امیدیں نہیں کی جاسکتیں کہ بغیر نزول آسمانی نور کے اس ظلمت پر کوئی قیحاب
 ہو سکے اور اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ ظلمت اپنے پورے زور و نین میں ہر اور راستہ بازی کا
 نیم مردہ چراغ فنا ہونے کے قریب ہے اور رسمی عقیدے اور رسمی علم اور رسمی نمازین اس روشنی کو بحال نہیں
 کر سکتیں جو گم ہو چکی ہے کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! کیا ظلمت ظلمت کو دور
 کر سکتی ہے؟ کسی طرح ممکن نہیں۔ اب تو ایک جدید مناظر کی ضرورت ہے جو زمین پر تیار ہو جو فانی بادلوں

ایتما کے ساتھ اونچا ہوتا آسمانی روشنی اس پر نازل ہوا اور سماوی چراغ اس کو رکھا جاوے۔ اور
 پھر تمام دنیا اس روشنی سے منور ہو جاوے کیونکہ اگر چراغ اونچے مقام پر نہ رکھا جائے تو کیونکر
 اس کی روشنی دور دور تک پھیل سکے۔ اب آپ کو یہ سمجھنا باقی ہے کہ منار کیا چیز ہے پس یاد رکھنا
 اس نفس مقدس اور مطہر اور بلند ہمت کا نام ہے جو انسان کامل کو ملتا ہے۔ جو آسمانی نور پائے کا
 مستحق جیسا کہ منار کے معنی میں یہ مطلب داخل ہے اور منار کی بلندی سے مراد اس انسان کی
 بلند ہمتی ہے اور منار کی مضبوطی سے مراد اس انسان کی استقامت جو جو طرح طرح کے امتحانوں کے
 وقت وہ دکھلا تا ہے اور اس کی سفیدی و بریت ہے جو انجام کار ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جب حق
 سب کچھ ہولیتا ہے۔ یعنی جب اس کی علو ہمت اور کمال استقامت اور کمال صبر اور استقلال اور ظلال
 ساتھ اس کی بریت ایک چمکتے ہوئے منار کی طرح کھلتی ہے تب اس کی جلالی آمد کا وقت آ جاتا ہے اور
 پہلی آمد جو ابتداء کے ساتھ ہے اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے تب وہ روحانیت خدائی جلالی سرنگین
 ہو کر اس وجود پر اترتی ہے جو منار کی صورت پر کھڑا ہے تب باذنہ تعالیٰ خدائی تاثیریں اس میں
 پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ آدھانی میں ہوتا ہے۔ اور مسیح موعود کی خاص طور کی آمد اسی حقیقت کی
 کامل تصویر ہے اور مسلمانوں میں یہ روایتیں ہیں کہ مسیح موعود منار کے پاس اترے گا اور وہ اس کی
 جلالی طور کی آمد ہے جو خدائی رنگ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ پہلے اس سے زمین پر موجود تھا
 مگر ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے۔ جیتک کہ وہ وقت نہ آوے تو خدا نے مقرر کر دیا ہو۔ خدا کی عادت
 میں یہ بھی داخل ہے کہ روحانی امور کو ذہن نشین کرنے کیلئے ان کے کسی حصہ کی جسمانی تصویر بھی پیدا
 کر دیتا ہے جیسا کہ بیت المقدس کی ہیکل اور مکہ معظمہ کا خانہ کعبہ یہ دونوں تصویریں روحانی تجلیات
 کی ہیں اسی بنا پر شریعت اسلامی میں یہ سمجھا گیا ہے کہ مسیح موعود منار پر یا منار کے قریب نازل ہوگا ایک
 ایسے ملک میں جو مشرق کے مشرقی طرف ہو جیسا کہ آدم کو بھی مشرقی طرف ہی جگہ دی گئی تھی اس جلالی آمد
 سے پہلے ظاہری منار کے بھی بنائے جانے میں کچھ ہرج نہیں۔ بلکہ حدیثوں میں بطور پیشگو اس کا ذکر
 پایا جاتا ہے کہ وہ مسیح موعود کی جلالی آمد کے لئے ایک نشان ہوگا جو اس آمد سے پہلے بنایا جائیگا۔ مقرر ہے
 کہ مسیح موعود کا آباد و رنگ میں ہوگا اول معمولی طور پر جس میں طرح طرح کے ایتنا بھرے ہوئے ہیں۔
 طرح طرح کی نگلیں کا وقت ہے۔ جب یہ دن پورے ہو جائیں گے تب جلالی آمد کا وقت آجائیگا اور ضرور ہے

کہ اس سے پہلے ایک منار تیار ہو جائے جیسا کہ حدیثوں سے پایا جاتا ہے کہ اس حقیقت کے دکھانے کے لئے ایک ظاہری منار بھی ہوگا اور وہ باطنی منار کی تصویر ہوگا اور قبل اس کے جوہ جلالی طور پر نازل ہو دنیا اس کو نہیں پہچانتی کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہے اور دنیا اس سے محبت نہیں کرتی کیونکہ جس خدا سے وہ آیا ہے اس سے بھی دنیا کو محبت نہیں پس ضرور ہے کہ وہ آمد اول میں ستایا جائے اور دکھ دیا جائے اور طرح طرح کے الزام اس پر لگائے جائیں جیسا کہ اسلامی پیشگوئیوں میں لکھا ہے کہ ابتدائیں مسیح موعود کو قبول نہیں کیا جائیگا اور نادان لوگوں کے کیسے اس کی نسبت بہت بڑھ جائیں گے اور شرارتیں انتہا تک پہنچ جائیں گی یہاں تک کہ ایک شخص ظالمانہ حملہ اس پر کر کے خیال کر لے گا کہ اس نے بڑی نیکی کا کام کیا ہے اور ایک لاکھ دیکھ دیکھ کر یہ سمجھ لے گا کہ اس نے اپنے فعل سے خدا کو راضی کر دیا ہے۔ اسی طرح ہوتا رہیگا اور ہر ایک قسم کا زلزلہ اس پر آئیگا اور ہر ایک مصیبت کا اسکو سامنا ہوگا۔ یہاں تک کہ عادت اللہ اس میں پوری ہو جاوے گی۔ تب اس کے جلالی اندک وقت آجائے گا اور متعدد دلوں کی آنکھیں کھولی جائیں گی اور وہ خود بخود سوچنے لگیں کہ یہ کیا بات ہے اور یہ کس قسم کا کاذب ہے جو زمین نہیں ہوتا اور کیوں خدا کی تائید میں اس کے شامل حال ہیں اور ہمارے شامل حال نہیں۔ تب خدا کا ایک فرشتہ انکے دلوں پر اترے گا اور ان کو سمجھائیگا کہ کیا تمہاری حدیثوں اور روایتوں کی پیشگوئیاں ضروری الوقوع ہیں جو تمہاری روک کا باعث ہیں اور کیا ان سے بعض کی نسبت وضع اور غلطی ممکن اور محمل نہیں اور کیا بعض پیشگوئیاں کفار کے رنگ میں پورے ہونا جائز نہیں۔ اور کیا یہودن کی بد نصیبی اور بے ایمانی کا بجز اس کے کوئی اور بھی باعث تھا کہ وہ منتظر رہے کہ تمام باتیں ظاہری صورت میں ہی پوری ہوں۔ اور ان کے خیالات کے مطابق سب کچھ ہو مگر نہ ہوا تو پھر جبکہ وہی خدا اب بھی ہے اور وہی اس کی عادت تو کیوں جائز نہیں کہ وہی ابتلا تمہیں بھی پیش آیا ہو غرض آخر کار انہی خیالات کی طبعاً انسانوں کے دلوں کا رجوع ہو جائے گا جیسا کہ قدیم سے ہوتا آیا ہے +

لیکن یہ بات صحیح نہیں کہ حقیقی دین اور راستبازی کے پھیلانے کے لئے یہ جہانی لڑائیوں کا زمانہ ہے۔ کیونکہ لوہار سپائی کے جوہر دن کو ظاہر نہیں کر سکتی بلکہ انکو اور بھی چھپاتی اور مشتبہ کرتی ہے جو لوگ ایسے خیالات کے خواہشمند ہیں وہ اسلام کے دوست نہیں ہیں بلکہ دشمن ہیں اور انکی

فطرت نہایت پست اور سفلی رنگ میں اور ان کی ہمتیں گری ہوئی اور دل منقبض اور دماغ ابلہ اور طبیعتیں تاریک ہیں کیونکہ وہ مخالفوں کو ایک ایسے اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں جو درحقیقت "دار" ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بقول ان کے اسلام اپنی ترقی کی واسطے جہاد کا محتاج ہے۔ اور یہ اسلام کی بچہ ہے کیونکہ جس مذہب میں یہ قوت ہے کہ وہ اپنی سچائی کو عقلی دلائل سے یا کسی اور قسم کے قابل متک شہادتوں سے یا آسمانی نشانوں سے باآسانی ثابت کر سکتا ہے۔ ایسے مذہب کے لوگ کچھ ضرورت نہیں کہ جبر سے اور تلوار کی دھمکی سے اپنی سچائی کا اقرار کر اوسے۔ لیکن اگر کسی مذہب میں یہ ذاتی حاکمیت موجود نہیں اور اپنی کمزوری کا تلوار سے تدارک کرتا ہے تو ایسے مذہب کے جھوٹا ہونیکے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس کے کاٹنے کے لئے اسی کی تلوار کافی ہے +

مگر یہ اعتراض کہ اگر جہاد اب جائز نہیں تو اسلام میں اول زمانہ میں کیوں تلوار سے کام لیا گیا۔ یہ معترضین کی اپنی غلطی ہے جو بیاعتنا واقعیت پیدا ہوئی ہے انہیں معلوم نہیں کہ اسلام دین کے پھیلانے کے لئے ہرگز جبر کی اجازت نہیں دیتا۔ کبھی کسی ممانعت قرآن میں موجود ہے کہ فرماتا ہے کہ لا اکرہ فی الدین۔ یعنی دین میں جبر نہیں کرنا چاہئے۔ پھر کیوں تلوار اٹھائی اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ عرب کے وحشی جن میں کوئی تیز اور تہذیب یافتہ نہیں رہی تھی وہ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن ہو گئے تھے اور جب ان پر توحید اور اسلامی سچائیوں کی کھلی کھلی دلائل سے حجت پوری کی گئی اور ان کے ذہن نشین کیا گیا کہ انسان ہو کر پتھروں کی پوجا کرنا ایک میرے غلطی ہے کہ انسانیت کے بھی برخلاف ہے تو وہ ان معقول باتوں کا کچھ بھی جواب نہ دیکے اور ان کے جواب ہو جانے سے مجھدار لوگوں کو اسلام کی طرف حرکت پیدا ہو گئی اور بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا جدا ہو گیا۔ تب انہیں اپنے اطل مذہب کے پچانیکے لئے کوئی تدبیر بخیر اسکے خیال میں نہ آئی کہ سخت سخت سزاؤں کے ساتھ لوگوں کو مسلمان ہونے سے روک دین چنانچہ مکہ معظمہ میں ابو جہل وغیرہ کے رئیسوں کی طرف سے یہی عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ پڑھنے والوں کو جانتے ہیں کہ ایسی برحمتی کی وارداتیں مخالفوں کی طرف سے کہ امین کس قدر ظہور میں آئیں اور کس قدر بیگناہ ظلم سے مارے گئے۔ مگر لوگ پھر بھی مسلمان ہونے سے باز نہیں آتے تھے کیونکہ ہر ایک ہونی عقل کا انسان بھی جانتا تھا کہ بت پرستوں کے مقابل پر کس قدر اسلام معقولیت اور صفائی رکھتا ہے

ناچار جب اس تدبیر سے بھی پوری کامیابی نہ ہوئی تو یہ ٹھہری کہ خود اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قتل کیا جاوے۔ لیکن خدا تعالیٰ آپ کو بچا کر مدینہ میں لیگیا۔ مگر پھر بھی انہوں نے قتل کے لئے تعاقب کیا اور کسی صورت میں اپنی عادت کو چھوڑنا نہ چاہا۔ پس اس صورت میں اسلام کے لئے ہجرت اس کا رواجی کے اور کیا چارہ تھا کہ وہ ان حملوں کی مداخلت کرتا اور بیجا حملہ کرنے والوں کو سزا دیتا۔ سو اسلام کی لڑائیاں دین پھیلانے کے لئے نہیں تھیں بلکہ مسلمانوں کی جان بچانے کیلئے تھیں کیا کوئی عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ اسلام وحشی بت پرستوں کے آگے بھی اپنی توحید کی معقولیت ثابت کرنے سے عاجز تھا اور کیا کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے کہ وہ مشرک لوگ جو پتھروں اور جمادات کی پوجا کرتے اور طرح طرح کی ناپاکیوں میں مبتلا تھے اسلام ان کے آگے بھی حجت کے رد سے مغلوب تھا اور تلوار سحر کام چلانا چاہتا تھا۔ معاذ اللہ ہرگز یہ خیالات صحیح نہیں ہیں اور جنہوں نے ایسے اعتراض اسلام پر کئے ہیں انہوں نے سراسر ظلم کی راہ سے حقیقت کو چھپایا ہے۔

ہاں یہ سچ ہے اس ظلم سے جیسا کہ مولویوں نے حصہ لیا۔ پادریوں نے بھی ان کو کم حصہ نہیں لیا۔ اور اسلام پر اس قسم کے اعتراض کر کے نادان مولویوں کی باتوں کو عوام کے ذہن میں خوب جما دیا اور ان کو یہ دھوکا لگا کہ جس حالت میں ہمارے مولوی جہاد کا فتوے دیتے ہیں اور پادری جو بڑے صاحب علم ہیں وہ بھی یہی اعتراض پیش کرتے ہیں سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت ہمارے مذہب میں جہاد روا ہے۔ اب یہ کہ قدر ظلم ہوا کہ دو مختلف شہادتوں سے اسلام پر یہ اعتراض جمایا گیا اگر پادری ایسا طریق اختیار کرتے اور ایمان داری سے سچ کی پیروی کر کے یہ کہتے کہ یہ مولوی نادانی اور جہالت کا فتوے دیتے ہیں ورنہ اسلام کی ابتدا میں جس صورت نے یہ ضرورت پیدا کی تھی اب وہ صورت اس زمانہ میں موجود نہیں ہے تو امید تھی کہ جہاد کا خیال ہی دنیا سے اٹھ جائے مگر خوش زیادہ تر سمجھ کم تھی اس لئے حقیقت کو نہیں سمجھا۔

ہاں یہ سچ ہے کہ عرب کے لوگ جب بہت سے مفسدانہ حرکتیں بعد اپنے ناحق کی خونریزیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نظر میں داسب القتل ٹھہر گئے تھے۔ تب یہ حکم بھی نکلا تھا کہ وہ سب قتل کر لائیں۔ مگر پھر بھی اگر ایمان نے آدین تو نہ لے قتل سے معافی دیا ونگی۔ غالباً کہ فہم مخالفوں نے اسی حکم سے دھوکہ کھایا ہے انہیں معلوم نہیں کہ یہ صورت جبر کی نہیں بلکہ واجب القتل کے لئے ایک رعایت ہے۔

اس کو بھر پور لینا اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں۔ وہ لوگ تو قاتل ہونے کی وجہ سے مستوجب قتل تھے نہ کافر ہونے کی وجہ سے اور خدا نے حیم یہ بھی خوب جانتا تھا کہ انہوں نے اسلام کی سچائی کو نہ سمجھ لیا ہے لہذا اس کی رحمت کے تقاضا فرمایا کہ ایسے واجب قتل مجرموں کو پھر بھی گناہ معاف کرانیکا ایک موقعہ دیا جاوے سو اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اسلام کا ہرگز فتنہ نہ تھا کہ کسی کو قتل کر دے بلکہ جو لوگ اپنی خونریزیوں کی وجہ سے قتل کے لائق تھے ان کیلئے بھی معافی کی ایک راہ نکال دی اس زمانہ میں اسلام کو یہ مشکلات جا بجا پیش آئیں کہ ہر ایک قوم میں اس قدر قصب بڑھا ہوا تھا کہ کوئی بچاؤ کسی قوم میں سے اگر مسلمان ہو جاتا تو یا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور یا اس کی جان سخت خطرہ میں پڑ جاتی تھی اور زندگی اس پر وبال ہو جاتی تھی تو اس صورت میں اسلام کو امن قائم کرنے کیلئے بھی رٹیاں کرنی پڑیں اور بحران صورتوں کے اس ابتلا کے زمانہ میں کبھی اسلام نے جنگ کا نام نہ لیا اور اسلام کا ہرگز مقصود نہ تھا کہ نہ ہر کے لئے وہ جنگ کرے لیکن اس کو جنگ کرنے پر خواہ مخواہ مجبور کیا گیا پس جو کچھ اس سے ظہور میں آیا وہ حفاظت خود اختیاری اور ضرورت مراعات کے لئے ظہور میں آیا پھر بعد اس کے نابھہ مولویوں نے اس مسئلہ پر اور رنگ چڑھا دیا اور ایک قابل شرم و زنگی کو اپنے فخر پر لیکن یہ اسلام کا قصور نہیں ہے یہ خود ان لوگوں کی عقلوں کا قصور ہے جو انسانی خون کو چار پاروں کے خون سے بھی کم قدر سمجھتے ہیں اور ابھی تک خونوں سے میر نہیں ہوئے بلکہ اسی غرض کیلئے ابک مہدی خونی کے منتظر ہیں گویا تمام توہم کو یہ ثبوت دینا چاہتے ہیں کہ اسلام اپنی اشاعت کے لئے ہمیشہ پور زبردستی کا محتاج رہا ہے اور اس میں کوئی خفیت اور سبک سچائی بھی نہیں +

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حال کے بعض مولوی اس الخطا پر ابھی راضی نہیں ہیں جو اسلام کو پور آ رہا ہے اور وہ ایسے عقیدوں پر زور دیکر کسی اور اسفل مقام تک اسلام کو لیا جا چکے ہیں۔ لیکن یقیناً سمجھو کہ خدا کو منظور نہیں ہے کہ اسلام ایسی ملامتوں اور تہمتوں کا نشانہ بنے۔ نادان مخالفوں کے لئے یہ ابتلا بس ہے کہ وہ اب تک اپنے اس خیال پر صبر ہوئے ہیں کہ گویا ابتدائی زمانہ میں اور بعد میں بھی اسلام اپنی جماعت بڑھانے کے لئے تلوار سے کام لیتا رہا ہے۔ اب یہ زمانہ اور یہ وقت وہ ہے کہ اس غلطی کو دلوں کے اندر سے نکال دیا جائے نہ یہ کہ اور بھی بچتہ کیا جائے۔ اگر اسلام کے مولوی اتفاق کر کے اس بات پر زور دین کہ وہ وحشی مسلمانوں کے دلوں سے اس غلطی کو نکال دین تو وہ

بلاتشبہ قوم چھ ایک بڑا احسان کریں گے اور نہ صرف یہی بلکہ ان کے ذریعہ سے اسلام کی خوبیوں کی ایک بھاری جڑ لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی اور وہ سب کراہتیں جو اپنی غلطیوں سے مذہبی مخالف اسلام کی نسبت رکھتے ہیں وہ جاتی رہیں گی تب ان کی نظریں صاف ہو کر جلد تر اس چشمہ نور سے فیض اٹھائیں گی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک خونی انسان کے نزدیک کوئی نہیں آسکتا۔ ہر ایک شخص اس سے ڈرتا ہے۔ خاص کر اگر عورتیں اس کو دیکھ کر کانپتی ہیں اور وہ ایک مجنون کی طرح دکھائی دیتا ہے اور ایک غیر مذاہب کا مخالف اسکے پاس رات نہ سوئے بھی اندیشہ کرتا ہے کہ مبادا غازی بٹنے کے لئے رات اٹھ کر اس کو قتل نہ کر دے کیونکہ انہیں ثوابوں کے خیال سے بعض سرحدی اہلکناحق کی خون کر کے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ آج ہم نے اپنے ایک ہی عمل سے بہشت حاصل کر لیا ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے مستحق ہو گئے سو کس قدر جگے شرم ہر کہ غیر قوموں کو مسلمانوں کی ہمسائیگی سے امان اٹھ گیا ہے اور وہ اپنے دلوں میں کبھی تسلی نہیں کر سکتے کہ اگر موقعہ پادین تو یہ قوم ہم سے کچھ نیکی کر سکے گی۔ ایسے نمونے بار بار پیش آتے ہیں کہ ایک غیر قوم کے انسان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ درحقیقت مسلمانوں کے اس چھپے ہوئے عقیدہ سے ہر سان اور لرزان نظر آتا ہے۔

میں ایک ایسا نظارہ دیکھ چکا ہوں اور وہ یہ کہ شاید ۲۰ نومبر ۱۹۱۷ء کا یہ واقعہ ہے۔ جو ہمارے اس جگہ قادیان میں ایک انگریز آیا اور اس وقت ہماری جماعت کے لوگ بہت جمع تھے اور کوئی مذہبی گفتگو شروع تھی کہ وہ اگر ایک کنارہ پر کھڑا ہو گیا۔ تب اس کی بہت خلق سے بلایا گیا۔ اور اپنے پاس بٹھایا گیا اور معلوم ہوا کہ وہ ایک سیاح انگریز ہے۔ جو عرب کا ملک بھی دیکھ آیا ہے اور ہماری جماعت کی تصویریں لینا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے کام میں اس کو مدد ملی اور اس کو خاطر داری اور دلجوئی کے طور پر کہا گیا کہ وہ چند روز ہمارے پاس رہے۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ ڈرتا تھا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے بہت مسلمان دیکھے ہیں کہ عیسائیوں کو بے رحمی سے قتل کر دیتے ہیں چنانچہ اس نے ایسے چند قصے بغداد کے بھی سناے جس میں ایسی وارداتیں بڑی بیرحمی سے ہوئیں تھیں تب اس کو بڑی نرمی اور خلق سے سمجھایا گیا کہ یہ جماعت جو احمدی فرقہ کہلاتا ہے۔ ایسے عقائد سے سخت بیزار اور ایسے لوگوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور انسانی حقوق کی نسبت جو کچھ اس فرقہ نے کام کرنا ہے وہ یہی ہے کہ اسلام میں سے ایسے خیالات کا امتیصال کر دیوے۔ تب اس کا دل

مطمئن ہوا اور وہ خوشی سے ہمارے پاس ایک رات رہا +

اس قصہ کے بیان سے غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایسے عقیدے جو سراسر خلافِ انصاف و غیر
قوموں کو بہت مضر ہو گئے ہیں اور ان کے دنوں میں بظنی اور نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مسلمانوں
کی سچی ہمدردی کی نسبت ان کے نیک ظن بہت ہی کم ہو گئے ہیں اور اگر کچھ ہیں بھی تو ایسے لوگوں کی
نسبت جو مولویانہ زندگی نہیں رکھتے اور اسلامی اصولوں کی پابندی کی چندان پروا نہیں کرتے پس
جبکہ مسلمانوں کی نسبت اس قدر بظنی بڑھ گئی ہو جسکے بڑھانے کے وہ خود ہی موجب ہیں۔ تو
کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ بھی ہو گا کہ ایک دنیا کو ایسے علماء اور اہل کے معتمدین نے اسلامی
فیوض سے محروم کر دیا ہے۔ کیا ایسا مذہب خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو دلوں کے اندر اپنی تعلیم کو
بغیر اس کے نہیں اتار سکتا۔ جیتنگ تلوار کی چمک نہ دکھلاوے۔ مذہب سچا تو وہ ہے جو اپنی ذاتی
خاصیت اور طاقت سے دلائل قاطعہ سے خود تلوار کا کام دے نہ یہ کہ لوہے کی تلوار کا محتاج ہو
یہی خرابیاں ہیں جو ہر وقت تقاضا کر رہی ہیں۔ جو کوئی مسلح پیدا ہو جب ہم اسلام کی
اندرونی حالت پر غور کریں تو ایسی خوفناک حالت ہے جو گویا سورج کو گرہن لگا ہوا ہے اور اس کا
بہت سا حصہ تاریک ہو چکا ہے اور کچھ تھوڑا سا باقی ہے۔ مسلمانوں کی عملی حالتیں قابلِ رحم ہیں
بعض حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں جو ان کی اخلاقی حالت پر بہت ہی برا اثر ڈالتی ہیں اور خدا کے
مقرر کردہ قوانین کی دشمنی ہیں مثلاً خدا کے قانون نے انسانوں کی نوع کے لئے تین قسم کے
حقوق قائم کئے تھے۔ یہ کہ بیگناہ کسی کو قتل نہ کریں۔ اور کہ بی بیٹا کسی کی عزت میں خلل انداز نہ ہوں
اور یہ کہ بغیر کسی حق کے کسی کا مال نہ لیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ بعض مسلمانوں نے ان تینوں حکموں کو
ٹوڑ دیا ہے وہ ایک بیگناہ کا خون کر دیتے ہیں اور نہیں ڈرتے۔ انکے احمق مولویوں نے ایسے قتلے
بھی دے رکھے ہیں کہ غیر قوموں کی عورتوں کو جنکو وہ کافر اور بیدین کہتے ہیں کسی جیل سے بہکالیا جانا
جائز ہے یا کپڑا لینا۔ اور پھر اپنی عورت بنانا اور ایسا ہی کافروں کا مال خیانت اور چوری کی راہ
سے لینا روا ہے کوئی گناہ نہیں۔ اب سوچنا چاہئے کہ جس مذہب میں اس قدر خرابی پیدا ہو جائے
کہ اس میں ایسے ایسے بھی مولوی قتلے دینے والے موجود ہیں وہ مذہب کس قدر خطرناک حالت میں ہے
نفس پرست لوگوں نے یہ سب قتلے اپنی طرف سے بنائے ہیں اور خدا اور رسول پر انکار کیا ہے

یہ تمام گناہ جو نادان وحشی کر رہے ہیں سب ان کی گردن پر ہے۔ وہ بھیسٹریسٹ ہیں مگر بیٹھ کر ان کے لباس سڈن ظاہر ہوتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ زہر ہیں مگر اپنے تئیں خوبصورت تریاق دکھاتے ہیں وہ اسلام کے لئے اور خدا کی مخلوق کے لئے سخت بدخواہ ہیں اور ان کے دل رحم اور ہمدردی سے خالی ہیں مگر اپنے تئیں چھپاتے ہیں۔ وہ مکاری سے وعظ کرتے اور اپنی نفسانی اغراض مد نظر رکھتے ہیں۔ وہ زائدانہ لباسوں میں مسجدوں میں آتے مگر فاسقانہ عادتیں ان کے چھپی ہوئی ہیں۔ یہ ایک ملک کی حالت نہیں ہے اور نہ کسی خاص شہر کی نہ کسی خاص فرقہ کی بلکہ تمام اسلامی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے جو علماء کہلاتے اور مولویانہ جیسے پہنتے ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہے اپنی صورتیں متدین لوگوں کی طرح بنائیں تا ان کو بہت بزرگ اور مقدس سمجھا جائے مگر ان کے اعمال گواہی دیتے ہیں کہ وہ کیا ہیں اور سیرت کے انسان ہیں وہ نہیں چاہتے کہ دنیا میں بھی پاکیزگی اور سچی ہمدردی پھیلے کیونکہ ان میں

۱۰ اپنا نقصان کرتے ہیں +

غرض آج کل اسلام بڑی مشکلات میں پھنس گیا ہے۔ اکثر دین مرگئی ہیں ان میں بھی کی طرف تڑو حرکت نہیں اعتدال کو ان لوگوں نے یکجہت چھوڑ دیا ہے۔ ان میں ایک وہ گروہ ہے جو قبروں کی پوجا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرح ان کا طواف بجالاتے ہیں اور اپنے پیروں کی روحوں کو ایسا قادر اور متصرف جانتے کہ گویا سب کچھ ان کو خدا کی طرف سے اختیار کیا ہے۔ اکثر گدیان ایسے ہی پاؤ گئے جن کے ساتھ قبر بھی ہے جن کو اپنے مریدوں سے پوجا کرتے ہیں اور اگر کوئی ان سے کرامت کا طالب ہوتا ہے تو صاحب قبر کی ہزاروں کرامتیں سنا دیتے ہیں اور ثبوت ایک کا بھی نہیں ان کے نزدیک اسلام کا معز قبر پرستی ہے اور تمام دوسرے مسلمانوں کو گمراہ جانتے ہیں۔ یہ تو وہ فریق ہے جس نے افراط کی راہ لی ہے ان کے مقابل پر ایک تفریط کا گروہ بھی موجود ہے اور وہ انکار کرنے میں حد سے گزر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ولایت تو ولایت ان کے نزدیک نبوت بھی کچھ چیز نہیں۔ معجزات سے وہ قطعاً منکر ہیں اور ان پر ہنسی اور ٹھٹھا اڑاتے ہیں اور زنی کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ وہ صاحب کتاب کے اپنے دل کے ہی خیالات ہوتے ہیں اور اس کو ایسے خیالات کی تراش تراش میں ایک ملکہ ہوتا ہے اور ایسی پیشگوئی جو عقلی خواست کی حد سے دور ہو

اور خالص غیب کی خبر ہو غیر ممکن ہے غرض ان کے نزدیک نہ خدا کی طرف سے کوئی وحی نازل ہوتی ہے اور نہ معجزہ کچھ چیز ہے اور نہ پیشگوئی کچھ حقیقت رکھتی ہے اور مردوں کی قبریں صرف خاک کا ڈھیر ہے جن کے ساتھ روح کا کوئی علاقہ نہیں۔ اور مردوں کا جی اٹھنا علم عقلی کے زمانہ کی کہانیاں ہیں۔ اور آخرت کا فکر دیوانگی ہے۔ اور تمام عقلندی اسی میں ہے کہ دنیا کا نفع کی بیاقبتیں حاصل کریں۔ اور جو لوگ دن رات دنیا میں اور دنیا کی کارستانیوں میں مشغول ہیں ان کی پیروی کریں اور ایسے ہی بن جائیں ۛ

یہ افراط و تفریط تو مسئلہ نبوت اور معاد کے متعلق ہے مگر بجز اس کے بات بات میں مسلمانوں کے امور معاشرت میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ نہ کلام میں اعتدال پایا جاتا ہے۔ نہ کام میں۔ نہ اخلاق میں نہ نکاح میں نہ طلاق میں نہ امساک میں نہ اتفاق میں۔ نہ غضب میں نہ رحم میں نہ انتقام میں نہ عفو میں۔ غرض اس قوم میں عجیب قسم کا طوفان بے تیزی برپا ہے جہالت کا کچھ انتہا نہیں ضدالت کا کچھ حد و پیمانہ نہیں۔ پھر جبکہ وہ قوم جو وحید اور مہیا نہ روی کا علمہ پہن کر دنیا میں ظاہر ہوئی تھی اس کی بے اعتدالیوں کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے تو دوسری قوموں پر انہیں اور کیا ذکر ۛ

عیسائی قوم کا مرکز ایسی زمین ہے جس میں زیر کی اور قوی دماغی کی لطافت بہت کچھ اسیدین دلاتی تھی۔ لیکن انیسوس سو کہتا پڑتا ہے کہ دین اور توحید کے معاملہ میں انہوں نے بھی طبعی اور فلسفہ پڑھ کر ڈوب دیا ہے۔ ایک طرف جب ہم نظر کرتے ہیں کہ وہ امور دنیا کی تدبیر اور ترتیب اور آئے دن جدید صنعتوں کے نکالنے میں کس انتہائی نقطہ تک پہنچ گئے ہیں اور پھر جب ہم دوسرے طریقہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ خدا شناسی کے مسئلہ میں کیسے گر گئے ہیں اور کیسے ایک عاجز انسان کو رب العالمین سمجھ بیٹھے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے کاموں میں یہ قہر من رسا اور خدا شناسی میں یہ عقل و دماغ اور جب ہم غور کریں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں افراط و تفریط کے رو سے باہر الاقبار کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بنی نوع کے حقوق تلف کرتے ہیں اور عیسائیوں میں ایسے لوگ ہیں جو خدا کے حقوق کو تلف کرتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو جہاد کے مسئلہ کی غلطی نے ایسا سخت دل کر دیا ہے کہ نوع انسان کی سچی محبت ان کے دلوں میں نہیں ہے

لہذا ان میں سے وحشی لوگ کسی اور نے غرض نفسانی یا جوش شیطانی کی وجہ سے بیگناہ انسان کو
 کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور بے آبرو کرنے اور مال چھیننے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور بنی نوع حقوق
 کا ایک ضروری حصہ تلف کر کے انسانیت کو داغ لگا دیا ہے۔ پھر جب ہم عیسائیوں کے حالات کو غور
 کی نظر سے دیکھیں تو کمال صفا کی کھلی آواز ہے کہ انہوں نے خدا کے حقوق تلف کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا
 نہیں رکھا اور ایک عاجز انسان کو بے وجہ خدا بنا رکھا اور جس غرض کیلئے خدا بنایا گیا تھا وہ
 غرض حاصل بھی نہیں ہوئی۔ اگر گناہ سے پاک ہونے کے لئے یہ نسخہ تھا کہ یسوع مسیح کے خون سے ایمان
 لایا جائے تو کیوں لینڈ یورپ کے لوگوں کو دنیا پرستی اور طرح طرح کے ناجائز شہوات کے گناہ سے بے
 جن کا ذکر کرنا بھی جائز نہ تھا۔ شرم ہے پاک نہیں کر سکا۔ بلکہ بجائے اس کے فوق العادہ ترقی ہوئی۔ کیا
 یورپ کے ملک بدکاریوں میں ایشیائی ملکوں سے کچھ کم ہیں تو پھر اس غیر موثر نسخہ پر کیوں نظر ثانی نہیں
 کی گئی۔ دنیا کی چند روزہ صحت کے لئے ہر ایک ڈاکٹر اور بیمار اس قاعدہ کا پابند رہتا ہے کہ جب
 ایک نسخہ سے ہفتہ عشرہ تک کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو وہ نسخہ بدلتا پڑتا ہے اور کوئی اور احسن تجویز
 سوچی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود غلط ثابت ہونے کے اب تک یہ نسخہ بدلتا نہیں گیا کیا باوجود
 انیس سو برس لا حاصل گذر جانے کے اب تک یہ خیال قابل وقت ہے کہ خون مسیح پر ایمان لانا حقیقی نجات
 کو عطا کرتا ہے یا یہ امید کر سکتے ہیں کہ اگرچہ موجودہ زمانہ تک کوئی امتیاز فیصلہ کرنے والے ظاہر
 نہیں ہوئے لیکن آئندہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ بدکاریوں اور بدستیوں سے
 پرہیز کرنے والے عیسائی ہوں گے جو شخص یورپ کے ملکوں میں ہو کسی ملک میں رہتا ہو وہ اگرچہ ہے
 گواہی دے سکتا ہو کہ یہ بیان درست ہے۔ بلکہ ہر ایک دانشمند جس نے کبھی یورپ کی سیر کی ہے۔ اور
 کچھ عرصہ پیرس وغیرہ میں رہ چکا ہے اس کو اس گواہی میں تامل نہیں ہوگا کہ اب بعض حصے یورپ کے
 اس حالت تک پہنچ گئے ہیں کہ قریب ہو کہ بتوں کی نظر میں بدکاری کچھ گناہ ہی نہیں ہے ان کو نزدیک
 ایک بیوی سے زیادہ فلاح حرام ہے مگر بد نظری حرام نہیں درحقیقت فرانس وغیرہ میں لاکھوں
 عورتیں ایسی پائی جائیں گی جن کو خداوند کی ضرورت نہیں پس اب یا تو کہنا پڑے گا کہ ان کو لئے کوئی
 نئی آیت انجیل میں ہو نکل آئی ہو جس سے یہ سب کارروائیاں حلال ہو گئی ہیں یا ضرور یہ کہنا
 پڑے گا کہ خون مسیح کے نسخہ نے انسان کو تیار اور دوسرے غلط نظریات سے بھی پاک کیا ہے کہ یہ نسخہ صحیح نہ تھا۔

اور ایک شخص کے مرنے کو دوسرے شخص کے نجات پانے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور خدا کا زندہ ہونا تمام برکات کا مدار ہے نہ کہ مرنا اور سورج کے طلوع کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے نہ کہ ڈوبنا اور جبکہ اس نسخہ سے گناہوں سے پاک ہونے کا مقصود حاصل نہ ہو سکا تو وہ اصول بھی صحیح نہ رہا کہ خدا کا تھا۔ جس نے اس نیک اپنے تئیں ہلاک کیا۔ ہم خدا کی نسبت ایسی موت تجویز نہیں کر سکتے کہ گناہ بھی گئی اور کام بھی نہ ہوا اول تو یہ بات ہی خدا کے قدیم قانون قدرت کے مخالف ہے کہ خدا بھی موت اور فنا اور ہر ایک نقصان اور ذلت کو اپنے پر قبول کر کے ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ اس دعوے کو نہ تو کسی نظیر سے ثابت کیا گیا ہے نہ یہ بات سمجھ میں آئے کہ دیکھا رہا ہے یہی خدا ایسی طور سے جنم لیا تھا..... اور دل قرار کرا جائے۔ اور نہ اس دعویٰ کو خدائی کرشموں کے ساتھ جوتی معجزات کی حد سے باہر ہوں بیانیہ ثبوت پہنچایا گیا ہے اور پھر با این ہمہ اس عقیدہ کی اصل عرض جس کے لئے یہ عقیدہ تراشا گیا تھا بالکل مفقود ہے دنیا میں نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے بڑے بڑے دو گناہ ہیں۔ ایک شراب نوشی اور ایک بدکاری۔ اب کہو کیا یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ ان دو گناہوں میں یورپ کے اکثر مردوں اور عورتوں نے پورا حصہ لیا ہے۔ بلکہ میں اس بات میں مبالغہ نہیں دیکھتا کہ شراب نوشی میں ایشیا کے تمام ملکوں کی نسبت یورپ بڑھا ہوا ہے اور یورپ کے اکثر شہروں میں شراب فروش کی اس قدر دوکانیں ملیں گی کہ ہمارے قبضوں کی قسم کی دوکانیں ملا کر بھی ان سے کمتر ہوں گی اور تجربہ شہادت دے رہا ہے کہ تمام گناہوں کی جڑ شراب ہے کیونکہ وہ چند منٹ میں ہی بدست بنا کر خون کرتے تک دلیر کر دیتی ہے اور دوسری قسم کا نشہ جو اس کے ضروری لوازم ہیں۔ میں پیچ کہتا ہوں اور اسپر زور دیتا ہوں کہ شراب اور تقویٰ ہر گز جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جو شخص اس کے بد نتیجوں سے آگاہ نہیں وہ عقلمند ہی نہیں اور آئین ایک اور بڑی مصیبت ہے کہ اس کی عادت کو ترک کرنا ہر ایک کا کام نہیں +

اب اگر یہ سوال پیش ہو کہ اگر خون مسیح گناہوں سے پاک نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ وہ واقعی طور پر پاک نہیں کر سکا تو پھر گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں کیونکہ گندی زندگی درحقیقت مرنے کے مترادف ہے تو میں اس سوال کے جواب میں نہ صرف پُر زور دعویٰ کرتا ہوں بلکہ اپنے ذاتی تجربہ سے اور اپنی حقیقت اس آزمائشوں سے دیتا ہوں کہ درحقیقت گناہوں سے پاک

ہونے کے لئے اس وقت سے جو انسان پیدا ہوا آج تک جو آخری دن میں صرف ایک ہی ذریعہ گناہ
 اور نافرمانی سے بچنے کا ثابت ہوا ہے اور وہ یہ کہ انسان یقینی دلائل اور چکیتے ہوئے نشانوں کے
 ذریعہ سے اس معرفت تک پہنچ جائے کہ جو درحقیقت خدا کو دکھا دیتی اور کھل جاتا ہے خدا کا غضب
 ایک کھا جانے والی آگ ہے اور پھر تجلی حسن الہی ہو کر ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر ایک کامل لذت خاں
 یعنی جدالی اور جمالی طور پر تمام پردے اٹھائے جاتے ہیں یہی ایک طریق ہے جس کے جذبات نقالی
 رکھتے ہیں اور جس سے چارناچار ایک تبدیلی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اس جو ایک وقت تک
 لوگ بول اٹھیں گے کیا ہم خدا پر ایمان نہیں رکھتے کیا ہم خدا سے نہیں ڈرتے اور اس سے محبت نہیں کرتے
 اور کیا تمام دنیا بجز تھوڑی افراد کے خدا کو نہیں مانتی اور پھر وہ طرح طرح کے گناہ بھی کرتے ہیں اور
 انواع و اقسام کے فسق و فجور میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان اور چیز اور
 عرفان اور چیز ہے۔ اور ہماری تقریر کا یہ مدعا نہیں ہے کہ مومن گناہ سے بچتا ہے بلکہ یہ مدعا ہے کہ عرف
 کامل گناہ سے بچتا ہے۔ یعنی وہ کہ جس نے خوف الہی کا مزہ بھی چکھا اور محبت الہی کا بھی۔ شاید کوئی کہو
 کہ شیطان کو معرفت کامل حاصل ہے پھر وہ کیوں نافرمان ہے اس کا بھی جواب ہے کہ اس کو وہ معرفت کامل
 ہرگز حاصل نہیں ہے جو سید دن کو بخشی جاتی ہے۔ انسان کی یہ فطرت میں ہے کہ کامل درجہ کو علم ضرور
 وہ متاثر ہوتا ہے اور جب ہلاکت کی راہ اپنا ہیبت ناک منہ دکھا دے تو اس کے سامنے ہنرین آتا مگر ایمان
 حقیقت صرف یہ ہے کہ حسن ظن سے مان لے لیکن عرفان کی حقیقت یہ ہے کہ اس مانی ہوئی بات کو کچھ بھی
 لے۔ پس عرفان اور عصیان دونوں کا ایک ہی دل میں جمع ہونا محال ہے جیسا کہ دن اور رات کا ایک ہی
 میں جمع ہو جانا محال ہے *

تمہارا روزمرہ کا تجربہ ہے کہ ایک چیز کا مفید ہونا جب ثابت ہو جائے تو فی الفور اس کی طرف ایک
 رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب مضر ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور اس سے ڈرنے لگتا ہے مثلاً جبکہ
 یہ معلوم نہیں کہ یہ چیز جو میرے ہاتھ میں ہے یہ سم الفاس ہے وہ اس کو طباشیر یا کوئی مفید دوا سمجھ کر ایک ہی
 وقت میں تولیاد دلوں تک بھی کھا سکتا ہے لیکن جب کو اس بات کا تجربہ ہو چکا ہو کہ یہ تو زہر ہوتا ہے
 ہے وہ بعد ایک ماشہ بھی اس کو استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے کھانے کے ساتھ ہی دنیا
 سے رخصت ہو جائیگا۔ اسی طرح جب انسان کو واقعی طور پر علم ہو جاتا ہے کہ بلاشبہ خدا موجود ہے

اور حقیقت تمام قسم کے گناہ اس کی نظر میں قابل سزا ہیں۔ جیسے چوری۔ خونریزی۔ بدکاری۔ ظلم۔ خیانت۔ شرک۔ جھوٹ۔ جھوٹی گواہی دینا۔ تکرر یا کاری۔ حرام خوردگی۔ دغا۔ دشنام دہی۔ دھوکہ دینا۔ بدعہدی۔ غفلت اور بد مستی میں زندگی گزارنا۔ خدا کا شکر نہ کرنا۔ خدا سے نہ ڈرنا۔ اس کے بندوں کی ہمدردی نہ کرنا۔ خدا کو پر خوف دل کے ساتھ یاد نہ کرنا۔ عیاشی اور دنیا کی لذت میں بکلی محو ہونا اور منعم حقیقی کو فراموش کر دینا۔ دعا اور عاجزی سے کچھ غرض اور واسطہ نہ رکھنا۔ فروختی چیزیں نہیں کھانا۔ ملانا۔ یا کم وزن کرنا۔ یا نرخ بازار سے کم بیچنا۔ ماں باپ کی خدمت نہ کرنا۔ بیویوں سے نیک معاشرت نہ رکھنا۔ خاوند کی پورے طور پر اطاعت نہ کرنا۔ نامحرم مردوں یا عورتوں کو نظر پر سے کھینچنا۔ تمہیں ضعیف و کمزوروں و سماندوں کی کچھ پرواہ نہ کرنا۔ ہمسائیہ کے حقوق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھنا اور اسکو دکھ دینا اپنی بٹائی ثابت کرنے کے لئے دوسرے کی توہین کرنا۔ کسی کو دلازار لفظوں سے کھینچنا۔ یا توہین کے طور پر کوئی بدنی نقص اس کا بیان کرنا۔ یا کوئی بُرا لقب اس کا رکھنا یا کوئی بیجا تہمت اس پر لگانا یا خدا پر افترا کرنا اور نعوذ باللہ کوئی جھوٹا دعوے نبوت یا رسالت یا نبیائے اسد ہونیکا کر دینا یا خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہو جانا۔ یا ایک عادل یا دشاہ سے بغاوت کرنا اور شرارت سے ملکین قتل کرنا یا کرنا تو یہ تمام گناہ اس علم کے بعد کہ ہر ایک ارتکاب سے سزا کا ہونا ایک ضروری امر ہے خود بخود ترک ہو جاتے ہیں +

شائد پھر کوئی دھوکہ کھا کر یہ سوال پیش کر دے کہ باوجود اسکے کہ جانتے بھی ہیں کہ خدا موجود ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ گناہوں کی سزا ہوگی۔ پھر بھی ہم سے گناہ ہوتا ہے اسکو ہم کسی اور چیز کے محتاج ہیں تو ہم اسکا وہی جواب دینگے جو پہلے دیکھے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں اور کسی طرح ممکن نہیں کہ تم اس بات کی پوری بصیرت حاصل کرو کہ گناہ کر نیکے ساتھ ہی ایک بجلی کی طرح تم پر سزا آگ بر سے آگ پھر بھی تم گناہ پر دلیر ہو سکو گے یا ایسی فلاسفی ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ جہاں جہاں سزا لانے والے راقین تمہیں حاصل ہے وہاں تم ہرگز اس نعتین کے برخلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ بھلا بتلاؤ کیا تم آگ میں اپنا ماتھا ڈال سکتے ہو۔ کیا تم بہاڑی چوٹی سے نیچے چڑھ سکتے ہو۔ کیا تم کنوئیں میں گر سکتے ہو۔ کیا تم چلتی ہوئی ریل کے آگے لیٹ سکتے ہو۔ کیا تم شیر کے موہنے میں اپنا ماتھا دے سکتے ہو۔ کیا تم دیوانہ کتے کے آگے اپنا پیڑ کر سکتے ہو۔ کیا تم ایسی جگہ ٹھہر سکتے ہو جہاں

بڑی خوف ناک صورت سے بھل کر رہی ہے۔ کیا تم ایسے گھر سے جلد باہر نہیں نکلتے جہاں شہتیر ٹوٹنے
 لگا ہے یا زلزلہ سے زمین نیچے کود جھسنے لگی ہے۔ بھلا تم میں سے کون ہے۔ جو ایک زہریلا سانپ
 کو اپنے پلنگ پر دیکھے اور جلد کود کر نیچے نہ آجائے۔ بھلا ایک ایسے شخص کا نام تو لو کہ جب اسکے کوٹھ
 کو جسکے اندر وہ سوتا تھا الگ الگ جگہ تودہ سب کچھ چھوڑ کر باہر کونہ بھاگے تو اب بتلاؤ کہ ایسا تم
 کیوں کرتے ہو اور کیوں ان تمام موذی چیزوں سے علیحدہ ہو جاتے ہو مگر وہ گناہ کی باتیں جو ابھی
 میں نے لکھی ہیں ان سے تم علیحدہ نہیں ہوتے اس کا کیا سبب ہو۔ پس یاد رکھو کہ وہ جواب جو ایک
 عقلمند پوری سوچ اور عقل کے بعد دیکھتا ہے وہ یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں علم کا فرق ہو
 یعنی خدا کے گناہوں میں اکثر انسانوں کا علم ناقص ہے اور وہ گناہوں کو برا تو جانتے ہیں مگر شیر اور
 سانپ کی طرح نہیں سمجھتے اور پوشیدہ طور پر ان کے دلوں میں یہ خیالات ہیں کہ یہ سزا میں یقینی نہیں
 ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کے وجود میں بھی ان کو شک ہے کہ وہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو پھر کیا خبر کرم
 کو بعد مرثیہ بقا ہے یا نہیں اور اگر بقا بھی ہے تو پھر کیا معلوم کہ ان جرائم کی کچھ سزا بھی ہو یا نہیں
 بلاشبہ بہتوں کے دلوں کے اندر یہی خیال چھپا ہوا موجود ہے۔ جس پر انہیں اطلاع نہیں لیکن خوف
 کے تمام مقامات جن سے وہ پرہیز کرتے ہیں جن کی چند نظیریں میں لکھ چکا ہوں انکی نسبت سب کو
 یقین ہے کہ ان چیزوں کے نزدیک جا کر ہم ہلاک ہو جائیں گے اس لئے ان کے نزدیک نہیں جاتے بلکہ ایسی
 مہلک چیزیں اگر اتفاقاً سامنے بھی آجائیں تو چنچن مار کر ان سے دور بھاگتے ہیں۔ اصول حقیقت
 یہی ہو کہ ان چیزوں کے دیکھنے کی وقت انسان کو علم یقینی ہے کہ انکا استعمال موجب ہلاکت ہے۔ مگر مذہبی احکام
 میں علم یقینی نہیں ہے بلکہ محض ظن ہو اور اس جگہ رویت ہے اور اس جگہ محض کہانی ہے۔ سو مجرور
 کہانیوں سے گناہ ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔ میں اس لئے تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک مسیح نہیں
 ہزار مسیح بھی مصلوب ہو جائیں تو تمہیں حقیقی نجات ہرگز نہیں دے سکتے۔ کیونکہ گناہ سے یا کمال خوف
 چھوڑا نہ ہے یا کمال محبت اور مسیح کا صلیب پر مرنا اول خود جو ٹھہر اور پھر اس کو گناہ کا جوش بند
 کرنے سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ سوچ لو کہ یہ دعویٰ تاریکی میں پڑا ہوا ہے جس پر نہ تجربہ شہادت
 دے سکتا ہے اور نہ مسیح کی خود کشی کی حرکت کو دوسرے گناہ بخشنے جانے سے کوئی تعلق پایا جاتا
 ہے حقیقی نجات کی فلاسفی یہ ہو کہ اسی دنیا میں انسان گناہ کے دوزخ سے نجات پا جائے مگر مسیح کو

کہ کیا تم ایسی کہانیوں سے گناہ کے دوزخ سے نجات پا گئے یا کبھی کسی نے ان یہود نصاریٰ و غیرین
 کچھ بھی سچائی نہیں اور جو حقیقی نجات کے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں۔ نجات پائی ہو مشرق و مغرب میں
 تلاش کرو۔ کبھی نہیں ایسے لوگ نہیں ملیں گے جو ان نصرتوں سے اس حقیقی پاکیزگی تک پہنچ گئے ہوں جس
 سے خدا نظر آتا ہے اور جس کو نہ صرف گناہ سے بیزاری ہوتی ہے۔ بلکہ بہشت کی صورت پر سچائی کی لذت
 شروع ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کی روح پانی کی طرح بہ کر خدا کے آستانہ پر گر جاتی ہے اور آسمان
 سے ایک روشنی اترتی اور تمام نفسانی ظلمت کو دور کر دیتی ہے۔ اسی طرح جسکے قدم روز روشن میں چاروں
 طرف کھڑکیاں کھول دے تو طبیعی قانون نہیں نظر آجائے گا۔ کہ فی الفور سورج کی روشنی تمہارا اندر آجائے
 گی لیکن اگر تم اپنی کھڑکیاں بند رکھو گے تو محض کسی قصہ یا کہانی سو وہ روشنی تمہارے اندر نہیں آسکتی
 تمہیں روشنی لینے کے لئے یہ ضرور کرنا پڑے گا کہ اپنے مقام سے اٹھو اور کھڑکیاں کھول دو تب خود بخود
 روشنی تمہارے اندر آجائے گی اور تمہارے گھر کو روشن کر دیگی۔ کیا کوئی صرف پانی کے خیال سے
 اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔ نہیں بلکہ اس کو چاہئے کہ آفتان و خیزان پانی کے چشمہ پر پہنچے۔ اور
 اس نہ لال پر اپنی بسین رکھ دے تب اس آب شیریں سے سیراب ہو جائے گا۔

سو وہ پانی جس سے تم سیراب ہو جاؤ گے اور گناہ کی سوزش اور جلن جاتی رہے گی وہ یقیناً جو آسمان
 کے نیچے گناہ سے پاک ہو نیکیاں بجز اس کے کوئی بھی جیل نہیں کوئی صلیب نہیں جو تمہیں گناہ سے چھوڑا
 سکے۔ کوئی خون نہیں جو تمہیں نفسانی جذبات سے روک سکے ان بالوں کو حقیقی نجات سے کوئی
 رشتہ اور تعلق نہیں حقیقتوں کو سمجھو۔ سچائیوں پر غور کرو اور حسب طرح دنیا کی چیزوں کو اڑاتے ہو
 اس کو بھی آڑاؤ۔ تب تمہیں جلد سمجھ آ جائے گی کہ بغیر سچے یقین کے کوئی روشنی نہیں جو تمہیں نفسانی
 ظلمت سے چھوڑا سکے۔ درغیر کامل بصیرت کے مصداق پانی کے تمہاری اندر ملنے والی غلطیوں کو بھی دہ نہیں سکتا۔ اور بغیر یقین حق
 کی زلال کے تمہاری جلن اور سوزش کبھی دہ نہیں ہو سکتی۔ جھوٹا وہ شخص جو خدا و تدبیرین نہیں تلا تا ہے اور جاہل ہے
 وہ انسان جو اور قسم کا علاج کرنا چاہتا ہے۔ وہ لوگ تمہیں روشنی نہیں دیکھتے بلکہ اند بھی ظلمت کے گرد ہے میں طاقتور
 ہوں اور تمہیں آب شیریں نہیں دیتے بلکہ وہ اند بھی جلن اور سوزش زیادہ کرتے ہیں۔ کوئی خون نہیں ملے نہیں
 پہنچا سکتا مگر وہ خون یقین کی غذا سو خود تمہارا اندر پہنچا ہو۔ اور کوئی صلیب نہیں چھڑا نہیں سکتی مگر باور راست کی صلیب
 یعنی سچائی پر صبر کرنا۔ یقین آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ تم روشنی کو ہی دیکھ سکتے ہو کسی اور چیز سے اور صرف

سیدھی راہ سے منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو۔ نہ کسی اور راہ سے دنیا کی چیزیں تم سے نزدیک ہیں اور
 دین کی چیزیں دور۔ پس جو نزدیک ہے انہیں پر غور کرو اور ان کا قانون سمجھ لو اور پھر دور کو۔۔۔
 اس پر قیاس کر لو۔ کیونکہ وہی ایک ہے جس نے یہ دو دن قانون بنائے ہیں تم میں سے کون ہے
 جو بغیر آنکھوں کے دیکھ سکتا ہے یا بغیر کانوں کے سن سکتا ہے یا بغیر زبان کے بول سکتا ہے۔
 پھر تم کیوں اسی قانون سے روحانی امور میں فائدہ نہیں اٹھاتے تم آنکھوں کے ہوتے ہوئے
 کسی ایسے مقام پر ٹھہر سکتے ہو جو اتنا گڑبڑ ہے کہ قریب ہے۔ یا قانون کے ہوتے ہوئے تم ایسی آواز
 سے متنبہ نہیں ہو سکتے جو چورون کی آمد کی تمہیں خبر دیتی ہے یا زبان کے ہوتے ہوئے جو تمہیں
 کڑوی اور شیریں میں فرق دکھلاتی ہے پھر بھی کڑوی اور زہریلی چیزیں کھا سکتے ہو۔ جو
 تمہاری زبان کو کاٹیں اور تمہارے معدہ میں فساد پیدا کریں اور قے لا دیں اور بدن کو سوجاویں
 اور انجام کار ہلاک کر دیں۔ سو تم انہیں اعضا سے سمجھ لو کہ تم روحانی طور پر بھی روحانی زندگی گزارو
 اس بات کے محتاج ہو کہ تمہیں ایک روشنی ملے جو بڑے راہوں کی بُرائی تمہیں دکھائی دے اور تمہیں
 ایک آواز ملے جو چورون اور ڈاکوؤں کے گزرگاہ سے تمہیں علیحدہ کرے اور تمہیں ایک ذائقہ
 ملے جس سے تم کڑوی اور شیریں اور زہراور تریاق میں فرق کر سکو سو جن باتوں کو ملاکتے
 پہنچنے کے لئے تمہیں طلب کرنا چاہئے وہ یہی ہیں۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ تم بغیر روشنی حاصل نہ کر سکو
 رہ کر پھر کسی خون سے نجات پا جاؤ۔ نجات کوئی ایسی شے نہیں ہے جو اس دنیا کے بعد ملے گی۔
 سچی اور حقیقی نجات اسی دنیا میں ملتی ہے وہ ایک روشنی ہے جو دونوں پر اترتی ہے اور دکھا دیتی
 ہے کہ کون سے ہلاکت کے گڑھے ہیں۔ حق اور حکمت کی راہ پر چلو کہ اس سے خدا کو پاؤ گے اور اپنے
 دونوں میں گرمی پیدا کرو تا سچائی کی طرف حرکت کر سکو۔ بد نصیب ہے وہ دل چٹھنڈا پڑا اور بخت
 ہے وہ طبیعت جو افسردہ ہے اور مردہ ہے۔ وہ کانشس جس میں چمک نہیں پس تم اس ڈول سے
 کم نہ رہو جو کنوئین میں خالی گرتا اور بھر کر نکلتا ہے اور اس چھاننی کی صفت مت اختیار کرو
 جس میں کچھ بھی پانی نہیں ٹھہر سکتا اور ایک راہ سے آتا اور دوسری راہ سے چلا جاتا ہے کوشش
 کرو کہ تندرست ہو جاؤ اور وہ دنیا طلبی کے تپ کی زہریلی گرمی دور ہو جائے جسکی وجہ سے آنکھوں میں
 روشنی ہے نہ کان اچھی طرح سن سکتے ہیں نہ زبان کا مزہ درست ہے۔ اور نہ ہاتھوں میں

زور اور نیروں میں طاقت ہے۔ ایک تعلق کو قطع کرو تا دوسرا تعلق پیدا ہو۔ ایک طرف سے دل کو روکو تا دوسری طرف دل کو راہ لیجائے۔ زمین کا نجس کیڑا پھینک دو تا آسمان کا چکیلا ہبیرا تمہیں عطا ہو۔ اور اپنے مبداء کی طرف رجوع کرو وہی مبداء جبکہ آدم اس خدائی روح سے زندہ کیا گیا تھا تا تمہیں تمام چیزوں پر بادشاہت ملے جیسا کہ تمہارے باپ کو ملی۔

دن گزر گیا اب عصر کا وقت ہے چار بجنے کے قریب رات ہوا چاہتی ہے۔ سورج غروب ہونے کو ہے۔ اب اگر دیکھنا ہے دیکھ لو۔ پھر کیا دیکھو گے۔ قبل اسکے کہ کوچ کر دو۔ اپنے کھانے کے لئے عمدہ چیزیں آگے بھیجو نہ پتھر اور اینٹ۔ اور پہننے کے لئے لباس روانہ کرو نہ کانٹے۔ اور خس و خاشاک۔ وہ خدا جو بچے کے پیدا ہونے سے پہلے پستان میں دودھ ڈالتا ہے۔ اس نے تمہارے لئے تمہارے ہی زمانہ میں تمہارے ہی ملکوں میں ایک بھیجا ہے۔ تانان کی طرح اپنی چھاتیوں سے تمہیں دودھ پلاوے۔ یہی تمہیں یقین کا دودھ پلائے گا جو سورج سے زیادہ سفید اور تمام شرابوں سے زیادہ سرد و نخبستا ہے۔ پس اگر تم جیتے پیدا ہو گے ہو مردہ نہیں ہو تو آؤ اس پستان کی طرف دوڑو۔ کہ تم اس سے تازہ دودھ پیو گے۔ اور وہ دودھ اپنے برتنوں سے پھینک دو کہ جو تازہ نہیں اور گندی ہواؤں نے اس کو متعفن کر دیا ہے۔ اور اس میں کیڑے چل رہے ہیں جن کو تم دیکھ نہیں سکتے وہ تمہیں روشن نہیں کر سکتا بلکہ اندر داخل ہوتے ہی طبیعت کو لگاڑ دے گا۔ کیونکہ اب وہ دودھ نہیں ہے۔ بلکہ ایک زہر ہے ہر ایک سفیدی کو بنظر تعریف نہ دیکھو۔ کیونکہ بعض سپید سے بعض سیاہ ہی اچھی ہیں جیسا کہ بال سیاہ جو اتنی کی طاقت پر دلالت کرتا ہے اور بال سفید ضعف اور کمزوری اور پیرانہ سالی پر ہی طرح ریاکاری کی سپیدی اور شکی کی نمائش کسی کام کی نہیں ہے اس سو گندہ کار سادہ وضع اچھا ہے کہ جو فریب سے اپنے گناہ کو نہیں چھپاتا۔ سو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کی مغفرت سے زیادہ قریب ان چیزوں پر بھروسہ مت کرو جو یقینی نہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقی روشنی نہیں جن کے نیچے کوئی پاگل نہیں کہ وہ سب بالکبت کی راہیں ہیں تم اپنے دلوں کی خواہشوں کا اندازہ کرو کہ وہ کیا چیز چاہتے ہیں اور کس طور سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس طرح ہم بدی سے الگ ہو سکتے ہیں۔

کس علاج پر ان کا کائناتس بولتا ہے کہ یہ ہمارے لئے کافی ہو گا کیا کوئی دل اس بات کو قبول

تجارتی اشتہار کیلئے جو شسے پاک و عظمہ موقع ہر

مذکورہ نام پر دست پختہ ہے۔ ہر پنجاب کے تاجر و صنعتکاروں کو اس موقع پر اپنی تجارتی کارروائیوں کو فروغ دینا چاہیے۔ ہر شخص کو اس موقع پر اپنی تجارتی کارروائیوں کو فروغ دینا چاہیے۔ ہر شخص کو اس موقع پر اپنی تجارتی کارروائیوں کو فروغ دینا چاہیے۔

نقشہ اجرتی اشتہار

نقشہ	اجرتی	اشتہار	نقشہ
نقشہ	اجرتی	اشتہار	نقشہ
نقشہ	اجرتی	اشتہار	نقشہ
نقشہ	اجرتی	اشتہار	نقشہ

نقشہ اجرتی اشتہار کیلئے جو شسے پاک و عظمہ موقع ہر

جواب اگر آپ دنیا بھر میں سب اچھا پر تاثیر تیرہ ہفت ہجرت کے
 ہر صحت قلب و عصبانہ کے لئے اور خون کے لئے کہ جس میں بے شمار ہر صحت اور خون کو تیرہ ہفت ہجرت
 ہر صحت اور خون کے لئے کہ جس میں بے شمار ہر صحت اور خون کو تیرہ ہفت ہجرت

حکیم علی اگر آپ دنیا بھر میں سب اچھا پر تاثیر تیرہ ہفت ہجرت کے
 ہر صحت قلب و عصبانہ کے لئے اور خون کے لئے کہ جس میں بے شمار ہر صحت اور خون کو تیرہ ہفت ہجرت
 ہر صحت اور خون کے لئے کہ جس میں بے شمار ہر صحت اور خون کو تیرہ ہفت ہجرت

حکیم علی اگر آپ دنیا بھر میں سب اچھا پر تاثیر تیرہ ہفت ہجرت کے
 ہر صحت قلب و عصبانہ کے لئے اور خون کے لئے کہ جس میں بے شمار ہر صحت اور خون کو تیرہ ہفت ہجرت
 ہر صحت اور خون کے لئے کہ جس میں بے شمار ہر صحت اور خون کو تیرہ ہفت ہجرت

عسل مصنف

مؤلف جناب مرزا محمد بخش صاحب ابو العطاء - حضرت اقا محمد مسیح موعود کے ماری
 کی تصدیق میں اور مترجمین کے وصال سکون عقل و نقلی جہاں کی جامع اور مہبوط -
 ۱۴۴۰ء کی کتاب - قادیان میں قاضی فیاض الدین صاحب مد مالیر کو ملے ہیں
 مولوی حکیم محمد زمان صاحب سے (۱۴۴۰ء) قیمت کو علاوہ محصول الی اک مٹی ہے ۔

جلد خریدو

کرتا ہے کہ مسیح کا خون اسکو گناہ کرنے سے خوف طائے۔ بلکہ تجربہ بتلاتا ہے کہ اور بھی دلیر کرتا ہے۔ کیونکہ
 مسیح کے خون پر بھروسہ کرنا چاہتا ہے کہ اس کے گناہ کا فدیہ ادا ہو چکا ہے لیکن گناہ کے زہر کا
 علم جسکو دیا جائیگا وہ کس طرح گناہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ اس میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے۔ سو خدا کی طرف
 سے ایک بھیجا گیا ہے جو ایسے علم تک نہیں پہنچانا چاہتا ہے جس کو تمہارا مول خدا کو دیکھ لین اور بدی
 کے زہر کو دیکھ لین تب خود بخود تم گناہ سے بھاگو گے جیسا کہ ایک انسان شیر سے بھاگتا ہے پس اس سالہ
 کا ضروری فرض یہی ہوگا کہ اسکی تعلیم اور اس کے نشانوں کو دنیا میں پھیلادے۔ تا جو لوگ صلیب اور مسیح کے
 خون میں نجات ملے ہوئے ہیں وہ حقیقی نجات کے چشمہ کو دیکھ لین۔ حقیقی نجات ان پانیوں میں نہیں ہے
 جنہیں ایک حصہ پانی اور تیس حصہ کھچڑ اور غلاظت۔ دلوں کو دہریہ والوں پانی آسمان سے اپنی وقت پر اترتا ہے
 جو نہ اس سے لبالب چلتی ہے وہ کھچڑ اور میٹھے پانی سے بہت دور ہوتی ہے اور لوگ صاف اور عمدہ پانی
 اس کا استعمال کرتے ہیں لیکن وہ نہر جو خشک ہو اور کچھ نہ ہو پانی اس میں کھڑا ہے اور وہ بھی نفع مند اس
 میں وہ لطافت اور صفائی نہیں رہ سکتی اور بہت سا کھچڑ اس سے مل جاتا ہے۔ اور کئی حوالان میں بولن برا کرتے
 ہیں اس طرح جس دلوں کا علم دیا گیا ہے اور یقین بن جاتا ہے کہ اس لبالب نہر کی مانند جو تمام کھیتوں کو سیراب کرتی
 جاتی ہے اور اس کا مہاف اور ٹھنڈا پانی دلوں کو تسکین بخشتا اور کھجور کی جلن کو دور کرتا ہے اور وہ نہ صرف
 آپ پاک ہی بلکہ پاک بھی کرتا ہے کیونکہ وہ حکمت اور دانش بخشتا ہے کہ جو دلوں کا زنگ دور کرتی ہو گناہ سے نفرت
 دلاتی ہے مگر وہ جو تھوڑے پانی کی مانند ہے میں کچھ ملا ہوا ہے وہ مخلوق کو کچھ نادر نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ
 اپنے تئیں صاف کر سکتا ہے سو اب وقت ہے اٹھو اور یقین کا پانی تلاش کرو کہ وہ تمہیں ملیگا اور کثرت یقین سے
 ایک دریا کی طرح بہہ نکلے۔ ہر ایک شک و شبہ کی نجاست پاک ہو کر گناہ سے دور ہو جائے یہی
 پانی ہے جو گناہ کے نقوش کو دھوئے گا اور تمہارے لوح سینہ کو صاف کر کے ربانی نقوش
 کے لئے مستعد کر دے گا تم نفسانی حروف کو اس لوح خاطر سے کس طرح مٹا نہیں سکتے جب تک کہ یقین کے
 صاف پانی سے اسکو دھو نہ ڈالو قصہ کہ دنا نہیں تو فنی و بجا اور دھوئے دنا تمہارے لئے بیسرکب
 جائے اور دلوں کو نرم کرو تا ان باتوں کو سمجھ سکو۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ سخت دل حقیقتوں کو سمجھ سکے۔
 کیا تم خیل کرنے ہو کہ تم بغیر اس راہ کے کہ خدا کی عظمت تمہارے دل میں قائم ہو اور اس زندہ خدا کا جلال تمہارے دل پر ظاہر ہو اور
 دل یقین کی روشنی سے بھر جائے کسی اور طریق تم گناہ سے نفرت کر سکو مگر نہیں ایک ہی راہ ہے ایک ہی خدا اور ایک ہی قانون